تفسير احمد

سُورَةُ الفَاتِحَة

Ketabton.com

جزء - 1

سوره «الفاتحة» کا تفسیر و ترجمه

تصنيف: امين الدين « سعيدي - سعيد افغانى»

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ فاتحہ

جزء(1)

سورة فاتحہ سات (7) آیات پر مشتمل ہے ، یہ مکّی سورت ہے جو سورۃ مُدثر کے بعد نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ :

چونکہ «فاتحہ»کا معنی کسی بھی چیز کا آغاز ہے، اس لیے اس سورۃ کو بھی «فاتحۃ الکتاب» کہا جاتا ہے۔ مفسرین کے مطابق، چونکہ یہ قرآن عظیم الشان کی پہلی سورت ہے، اس لیے اسے «فاتحۃالکتاب» کہا گیا، یعنی قرآن کا آغاز اسی سورت سے ہوا ہے۔
مشہورمفسرابن حبیب اور ان کے پیروکار ابن النقیب نے روایت کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ (80000)اسی ہزار فرشتوں کی معیت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔
کاتبین وحی، جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے قرآن کو لکھا اور اسے مصحف کی شکل دی، انہوں نے اس سورت کوقرآن مجید کی پہلی سورت کے طور پر شامل کیا، اگرچہ ترتیب نزول میں یہ پہلی نازل ہونے والی سورت نہیں ہے،لیکن قرآن عظیم الشان کی تلاوت کا آغاز اسی سورت سے کیاگیا۔

سورہ فاتحہ کے نزول کا وقت :

سورۃ فاتحہ کا نزول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابتدائی دنوں میں ہوا۔ مستندروایات سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلی مکمل سورت تھی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی، اس سورت کے نزول سے پہلے صرف سورہ علق، مزمل، مدثر وغیرہ میں سےمتفرق آیات نازل ہوئی تھیں۔ (تفہیم القرآن)

سورہ فاتحہ کی تمہید :

اس مبارک سورت نے مکّہ شریف میں شرف نزول پایا، علماء امت کے اتفاق کے مطابق یہ سات آیات پر مشتمل ہے۔ چونکہ ترتیب (نہ کہ نزول) کے لحاظ سے کتاب اللہ کا آغاز اسی سورت سے کیا گیا ہے، اس لیے اسے «فاتحہ» یعنی «آغاز» کہا جاتا ہے، اور یہ سورت اجمالی طور پر قرآن کے اہداف اور مقاصد کو شامل ہے،اس مختصر سورت میں قرآن کریم کے معانی اور مقاصد کا خلاصہ بیان کیاگیاہے،یہ دین کے اصول و فروع کا احاطہ کرتی ہے، اور عقیدہ،عبادت، قیامت کے دن پر ایمان، اللہ کی صفات پر ایمان کی بات کرتی ہے، یہ واضح کرتی ہے کہ عبادت اور مدد صرف اللہ ہی سے مانگی جاتی ہے، اور صرف اسی کی بارگاہ سے ہدایت اور حق کی راہ کی دعامانگی جا سکتی ہے،اورصرف اسی کے سامنے اپنے ایمان کو مضبوط کرنے اورصالحین کے راستے پر چلنے اور گمراہوں کے راستے سے بچنے کی التجاکی جاسکتی ہے۔
یہ سورت پچھلی قوموں کے حالات پر بھی روشنی ڈالتی ہے اور نیک بخت و بدبخت لوگوں کے مراتب کا ذکر کرتی ہے، یہ سورت اللہ کے احکام کی پیروی کرنے اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

برائیوں اور دیگر برےاغراض ومقاصد سے بچنے کا درس دیتی ہے، اسی وجہ سے اس کو قرآن کی دوسری سورتوں پرفوقیت حاصل ہے، اور اسے«ام الکتاب» (کتاب کی ماں) کہاگیا ہے، کیونکہ اس میں قرآن کے تمام مضامین کا اجمالی خاکہ ذکرکیاگیا ہے۔

سورہ فاتحہ کے نام :

اس سورہ کا نام اس کے موضوع کی مناسبت سے «الفاتحہ» رکھا گیا ہے ، "فاتحہ" اُس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی کتاب یا کسی چیز کا آغاز ہو، یہ نام دراصل "دیباچہ" اور "پیش لفظ" کے ہم معنی ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

سورہ فاتحہ کے مندرجہ ذیل نام ہیں :

1 - ام القرآن

نبی کریم صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ صَلَّى صَلاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ» (مسلم)»«جو شخص نماز پڑھے اور اس میں اُم القرآن(فاتحہ) نہ پڑھے، اس کی نماز نامکمل ہے،نامکمل ہے،نامکمل ہے،» (مسلم)۔ اس حدیث میں «ام القرآن» سے مراد سورہ فاتحہ ہے۔

2 - ام الکتاب

امام بخاری رحمہ الله فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کو «ام الکتاب» اس لیے کہا جاتا ہے؛ کیونکہ قرآن کا آغاز اسی سے ہوتا ہے، اور یہ پہلی سورت ہے جس سے نماز کا آغازہوتاہے۔

3 - السبع المثانی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:"وَلَقَدْ ءَاتَيْنَٰكَ سَبْعًا مِّنَ ٱلْمَثَانِى وَٱلْقُرْءَانَ ٱلْعَظِيمَ "(الحجر:87" اور(اے محمد) بے شک ہم نے تمہیں سات آیات بار بار پڑھی جانے والی اور عظیم قرآن دیا" (الحجر: 87)۔

یہاں «السبع المثانی» سے مراد سورہ فاتحہ ہے جو سات آیات پر مشتمل ہے۔

4 - القرآن العظیم

سورہ حجرکی آیت"۸۷" اس نام کی دلیل ہے، رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے حدیث میں مذکورہ ۴ نام بیان کیےہیں: "الحمد لله رب العالمین، ام القرآن، ام الکتاب، السبع المثانی، اور القرآن العظیم" (بخاری)۔

5 - فاتحة الکتاب

نبی کریم صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا:"لَا صَلاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ"(متفق علیه)." اس شخص کی نماز درست نہیں جس نے اس میں فاتحة الکتاب نہ پڑھی ہو" (متفق علیہ)۔"فاتحة الکتاب" وہی قرآن کریم کا ابتدا اور آغازہے، چونکہ نماز پڑھتے ہوئے اسی سے شروع کرتےہیں؛ اس لیے اسے"فاتحة الکتاب" کہا جاتا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

6 - الصلاۃ

صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے جو عبدالرحمن کے بیٹے حرفہ کے غلام سے منقول ہے اس نے اپنے والد سے اور اس کے والدنےحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:"قسمت الصلاة بيني وبين عبدي نصفين، فإذا قال: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (قال الله: حمدني عبدي، وإذا قال: "الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ". قال الله: أثنى علي عبدي، فإذا قال: "مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ". قال الله: مجدني عبدي، وقال مرة: فوض إلي عبدي، فإذا قال:"إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ". قال: هذا بيني وبين عبدي،ولعبدي ما سأل، فإذا قال: "اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ * صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ". قال الله: هذا العبدي، ولعبدي ما سأل".(مسلم ۳۹۵، ۲۹۶/۱)۔ ترجمہ: "میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، جب بندہ کہتا ہے: "الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ"تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی، اور جب وہ کہتا ہے: "الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ"تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ثنا کی اور میری تعظیم کی" ایک مرتبہ فرمایا: میرے بندے نے اپنے تمام معاملات میرے حوالے کردیے، اور جب بندہ کہتاہے:"إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ"،تو اللہ تعالی فرماتاہے: یہ (راز اورعہد)میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے، جو کچھ میرا بندہ چاہتاہے اس کے لیے وہ تیار ہے اور اسے وہ فراہم ہوگا، اور جب بندہ کہتاہے:"اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ * صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ"، خداتعالی فرماتاہے: یہ میرے بندے کاہے، جوکچھ میرا بندہ چاہتاہے اسے دیاجائےگا۔ (مسلم 395)۔ اس حدیث میں سورہ فاتحہ کو نمازکہاگیاہے، کیونکہ یہ نماز کا اہم جز ہے ، اس کے بغیر نماز ناقص ہے۔

اس مذکورہ حدیث میں جس طرح سورہ فاتحہ میں مذکورہ باتیں واضح کی گئی ہیں ان سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ کیوں مسلمان ہر روز سورہ فاتحہ کو سترہ مرتبہ نماز میں دہراتے ہیں، یا جب بھی کوئی مسلمان نماز میں کھڑے ہوکر اللہ سے مدد مانگتاہے، اور اس سے سرگوشی کرتاہے، جتنا اللہ تعالیٰ کو منظورہو اس سورت کو دوہرا تا رہے ۔

7 - الحمد

«الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ»[الفاتحة: 2].تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے"۔

8 - الرقیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے فرمایا:"وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ" "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ سورہ فاتحہ، پناہ اور دعا ہے"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

9 - اساس القرآن

حضرت عبدالله بن عباس رضی الله عنہ نے اس سورہ کو "اساس القرآن" کا نام دیا، اور کہا کہ: یہ قرآن کی بنیاد ہے۔

10 - الواقیہ

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ نے اس سورہ کو "الواقیہ" کا نام دیا، جس کا معنی حفاظت اور محافظت کرنے کے ہیں، اور خود کو خدا کے سپرد کرنے کا معنی بھی دیتاہے۔

11 - الکافیہ

تابعین میں سے فقیہ و محدث یحیٰ بن صالح بن المتوکل الطائی (متوفی سال129 ھجری)، جویحیی بن أبی کثیرکے نام سے معروف ہے نے اس سورہ کو "الکافیہ" کا نام دیا، "الکافیہ" کفی سےہےجس کا معنی بس، کافی اور کفایت کرنے والا ہے۔
امام قرطبی نے اس سورت کے (۱۲) بارہ نام ذکرکیے ہیں، ان میں سے مشہور ومعروف نام «فاتحة الکتاب»، "أم الکتاب"، "السبع المثانی"، "الحمد"، "الصلاة"، و"الواقیه"هیں-(قرآن کی تفسیر کیسے کریں، شیخ جمیل زینو)۔

سورہ فاتحہ کے ذریعے کیےگئے رقیہ کے فضائل :

1 - ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ(691 ھ751 ھ – 1292/م 1350-م) (الجواب الکافی کے صفحہ 3 میں فرماتے ہیں: "سورہ فاتحہ کے ذریعے علاج میں خاص تاثیر ہے، یہاں تک کہ اس سورت سے دم کرنے کے بعد مریض کو محسوس ہوتا ہے کہ گویا کوئی تکلیف تھی ہی نہیں، یہ انتہائی آسان ترین علاج ہے، اگر انسان سورہ فاتحہ سے علاج کرنا چاہتاہے، اور اس کام کے دوران انسان کی نیت سچی اور خالص ہو، تو دیکھے گا یہ عمل کتنا فائدہ مند اور اچھاہے۔ میں نے ایک عرصہ مکہ میں گزارا جب مجھے کوئی مرض ہوتا اور علاج میسر نہ ہوتا تو میں خود کو سورہ فاتحہ کے ذریعے دم کر لیتا اور اس میں حیران کن فوائد دیکھے، اس لیے میں بیماروں کے علاج معالجے میں مشہور ہوتا گیا، جو بیمار ہوتا وہ میرے پاس آتا، اور میں اپنا بھی سورہ فاتحہ سے علاج کرتا اور اس کا بھی، تو بیمار افراد فورا ٹھیک ہوجاتے" (الجواب الکافی ص: ۳)۔

2 - یہاں ایک قابل غور نکتہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ: جو دعائیں ، ذکر و اذکار اور آیتیں بیماریوں کے علاج کے لیے ہیں، ان میں اگرچہ بہ ذات خود تاثیر اور فائدہ ہے، لیکن بیماریوں کے علاج میں اس کی تاثیر مشروط ہے معالج کے ایمان کی مضبوطی اور تقوی کے ساتھ، اگرکسی شخص کا ایمان کمزور اور تقوی کم ہے، وہ جتنے بھی یہ اذکار اور دعائیں پڑھ لے شاید مرض کے علاج میں کوئی اثر نہ کرے، لیکن اگر کوئی مؤمن ومتقی شخص دم کرے تو فورا اثرکرکے مرض کو ختم کردیتاہے، یاممکن ہے پڑھنے والے بندے میں کوئی مسئلہ نہ ہو، بلکہ بیمار شخص میں کوئی بیرونی عوامل ہوں جو دعاؤں کے عدم تاثیر کا باعث بنتےہوں، مثلا جو نشے کا عادی ہو، بعض اوقات بیمار آدمی جتنابھی دارو دوا استعمال کرتاہے اس کی بیماری اور درد میں کوئی فائدے نہیں کرتا تو یہ دوائی کے خراب ہونے کی وجہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے نہیں ہے، بلکہ ممکن ہےکہ اس شخص کے جسم میں کوئی ایسا بیکٹیریا ہو، جس کی وجہ سے دوا کا جسم میں اثر نہ ہو اور جسم دوا جذب نہ کرسکے، انسان کا دل بھی ایساہی ہے، اگر دل ان دعاؤں اور اذکار کو بخوبی قبول کرے اور ان کے اثر کرنے کا معتقد ہو، تو تب وہ دعائیں اپنا ا ثر دکھاتی ہیں، کیونکہ انسان کا دل انہیں قبول کرتاہے اور پھریہ دعائیں بیماری صحیح ہونے کا باعث بنتی ہیں ۔

سورہ فاتحہ کا موضوع

یہ سورہ ایک دعا ہے جو کہ الله تعالی نے ہر اس انسان کو سکھائی ہے جو اس کتاب کی تلاوت کرنا شروع کردے، کتاب کی ابتداء میں اسے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم واقعی اس کتاب سے مستفید ہوناچاہتے ہو تو پہلے خداتعالی سے یہ دعامانگو، فطری طور پر انسان اپنی دعا میں وہی چیز مانگتاہے جو اس کا دل چاہتاہے، اور اس وقت دعا کےلیے ہاتھ اٹھاتاہے جب اس کو یقین ہو کہ اس کا مقصود ومطلوب اس ذات کے اختیار میں ہے جس سے وہ مانگ رہاہے۔

لہذا قرآن کریم کے آغاز میں اس دعاکو سکھانے کا مطلب لوگوں کو یہ یاد دلانا ہے کہ اس کتاب کو صحیح راستے کی تلاش کے مقصد اور حق کے ایک سچے متلاشی کے ذہنیت کے ساتھ پڑھیں اور جان لیں کہ علم کا سرچشمہ پروردگار عالم ہے، اس لیےصرف خداسے ہدایت اور رہنمائی کی التجاکرے اور اس کتاب کو پڑھنا شروع کردے۔

سورہ فاتحہ کی آیات،الفاظ اور حروف کی تعداد

سورہ فاتحہ کی آیات کی تعداد جیسے ہم نے پہلے ذکرکیا سات (۷) ہے، پچیس (۲۵)الفاظ اور ایک سو تیئس (۱۲۳) حروف ہیں۔

سورہ فاتحہ کے خاص فضائل و خصوصیات

سورہ فاتحہ قرآن کریم میں سورہ فاتحہ خاص فضائل اور خصوصیات پر مشتمل ہے:

1 - قرآن کا آغاز اسی سے ہوتا ہے۔

2 - نماز کی ابتدا اسی سے ہوتی ہے۔

3 - نزول کے اعتبارسے یہ پہلی سورت ہے جو دوسری سورتوں سے پہلے مکمل نازل ہوئی،البتہ سورہ علق، مدثر، مزمل کی چند آیات اس سے پہلےنازل ہوئی تھیں، لیکن پہلی مکمل سورت جو نبی کریمﷺ پر نازل ہوئی وہ سورہ فاتحہ تھی، بعض صحابہ کرامؓ سے جوروایت ہوئی ہے (اول مانزل سورہ حمد ہے) وہ یہ ہے کہ یہ سورت تمام سورتوں پر مقدم ہے اس سے پہلے کوئی سورت مکمل طور پرنازل نہیں ہوئی، اس وجہ سے سورہ حمد کو (فاتحۃ الکتاب) کہاگیاہے۔

4 - اس میں پورے قرآن کے مضامین کا خلاصہ ہے، گویا قرآن کریم پورے کا پورا اس کی تشریح اور وضاحت ہے، اس لیے قرآن کے تمام مقاصدصرف ایمان اورعمل پر منحصرہیں، جن کے بنیادی اصول اس سورت میں بیان کیے گئے ہیں۔

سورہ فاتحہ قرآن کریم کے معانی، اور دین کے اصول و فروع پر مشتمل ہے، اس میں عقیدہ، عبادت اور شریعت کے اصول شامل ہیں یہ رب العالمین سے ہدایت طلب کرنے کی طرف رہنمائی کرنے اور منحرف لوگوں کے راستے سے دور رہنے کی دعا ہے۔

سورہ فاتحہ کے فضائل احادیث میں

سورہ فاتحہ کی فضیلت متعدد احادیث میں ذکر ہوئی ہے، ذیل میں ان میں سے چند کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

بیان پر اکتفا کریں گے:
حضرت ابو سعید المعلی رضی الله عنه سے حدیث مبارکہ روایت ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: "لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ، -أَوْ مِنَ الْقُرْآنِ- قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ"، قَالَ: فَأَخَذَ بِيَدِي، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ قُلْتَ: لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ؟ قَالَ: "نَعَمْ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي، وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ" (صحیح بخاری شماره (4474) ومسند احمد شماره (17851)." اس سے پہلے کہ مسجدسے نکل جاؤ ! قرآن کریم میں (یاقرآن سے) سب سے عظیم سورت تجھے سکھادوں گا، ابوسعید خدریؓ نے کہا: پھر نبی کریم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا، اور جب آپؐ مسجد سے باہرنکلنا چاہتے تھے، میں نے کہا اے الله کے رسول! کیا آپ نے نہیں فرمایاتھا کہ قرآن کریم کی سب سے عظیم سورت تجھے سکھادونگا؟ آپؐ نے فرمایا: جی ہاں! "یقیناً میں تمہیں قرآن کی عظیم ترین سورت سکھاؤں گا اور وہ ہے "الحمد لله رب العالمين"،" السبع المثانی" سات آیتیں جو ہر رکعت میں بار بار پڑھی جاتی ہیں، اورعظیم قرآن ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے"۔

اسی طرح ابن عباس رضی الله عنه سے اس سورت کی فضیلت کے بارے میں روایت ہے کہ :"بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ وَعِنْدَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذْ سَمِعَ نَقِيضًا فَوْقَهُ، فَرَفَعَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: "هَذَا بَابٌ قَدْ فُتِحَ مِنَ السَّمَاءِ مَا فُتِحَ قَطُّ، قَالَ: فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَأَتَى النَّبِيَّ ج فَقَالَ: أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ: فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَمْ تَقْرَأْ حَرْفًا مِنْهُمَا إِلا أُعْطِيتَهُ".(صحیح مسلم شماره(254) و سنن نسایی شماره(912) " ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو اچانک ان کو اوپرسے آوازسنائی دی، تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا:یہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا، راوی مزید فرماتے ہیں:پھر اس میں سے ایک فرشتہ آپؐ کے پاس آیا اور کہا: مبارک ہو!آپ کو دو نور دیے گئے ہیں جو کسی نبی کو آپ سے پہلے نہیں دیے گئے، ایک سورہ فاتحہ اور دوسرا سورہ بقرہ کی آخری آیات ہیں، ان میں سے جوبھی آیت تلاوت کروگے وہی دیے جاؤگے "۔

رسول اکرم صلی الله علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے ایک حدیث قدسی میں فرمایا:"قَالَ اللهُ تَعَالَى: قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: "الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَلَمِينَ"، قَالَ اللهُ تَعَالَى: حَمِدَنِي عَبْدِي، وَإِذَا قَالَ: "الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ"، قَالَ اللهُ تَعَالَى: أَثْنَى عَلَيَّ عَبْدِي، وَإِذَا قَالَ: "مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ"، قَالَ: مَجَّدَنِي عَبْدِي - وَقَالَ مَرَّةً فَوَّضَ إِلَيَّ عَبْدِي - فَإِذَا قَالَ:" إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" قَالَ: هَذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ: "اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ7" قَالَ: هَذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ"(صحیح مسلم شماره حدیث(395). الله تعالی فرماتا ہے: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، جب بندہ کہتا ہے:"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"، تو الله فرماتا

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی۔ جب بندہ کہتا ہے:"الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"، تو اللہ تعالی فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ثنا کی۔ جب وہ کہتا ہے:"مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ"، تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری عظمت بیان کی۔ جب بندہ کہتا ہے:"إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ"، تو اللہ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کو وہی ملے گا جو اس نے مانگا۔ جب بندہ کہتا ہے:"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ"، تو اللہ فرماتا ہے: یہ میرے بندے کے لیے ہے اور اس کو وہی دیا جائے گا جو اس نے مانگا"۔ (صحیح مسلم)

سورہ فاتحہ کے تربیتی اسباق

سورہ فاتحہ میں درج ذیل اہم تربیتی اسباق شامل ہیں:

1 - "انسان سورہ الحمد کی تلاوت میں "بسم اللہ"پڑھ کر غیر اللہ سے امید ختم کردیتاہے۔

2 - "رب العالمین" اور "مالك يوم الدين"سے بندہ یہ جانتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا مملوک ہے۔

3 - لفظ "رب العالمین" سے خود اور کائنات کے درمیان تعلق جوڑدیتاہے۔

4 - "الرحمن الرحیم" کے ذریعے خود کو اللہ کی رحمت کے سائے میں لے آتا۔

5 - "مالك يوم الدين" سے قیامت کی یاددہانی ہوتی ہے۔

6 - "ایاك نعبد" سے خودپسندی اور شہرت طلبی ختم ہوتی ہے۔

7 - "ایاك نستعین" سے غیر اللہ سے مدد طلبی کا خیال ختم ہوتا ہے۔

8 - "انعمت علیھم" سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نعمتیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، حسد کی بجائے اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا چاہیے۔

9 - "اهدِنا الصّراط المُستقیم"سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت مانگتاہے ۔

10 - "صراط الّذین انعمتَ علیهم" خدا کے راستے کے پیروکاروں کے ساتھ اپنی یکجہتی کا اعلان کرتاہے۔

11 - اور آخر میں"غیر المغضوب علیهم ولا الضالین" سے باطل اور اہل باطل سے دوری اختیار کرتاہے ۔

سورہ فاتحہ کامختصر پیغام

سورہ فاتحہ قرآن کی وہ عظیم سورت ہے ، جس سے کتاب اللہ کی ابتدا ہوتی ہے، یہ سورت چندچیزوں پر توجہ مرکوز کرتی ہے:

1 - اللہ تعالی کی تعریف اور تمجید جس پر سورت کا نصف اول مشتمل ہے۔

2 - اللہ تعالی کی خالص عبادت اور اس سے مدد مانگنا۔

3 - ہدایت کی حقیقت اور ہدایت سے محروم گروہوں کا بیان۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

4 - جو شخص دن رات سترہ (١٧) مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھتا اور سنتاہے، وہ کفار کے ساتھ مشابہت سے دوسرے لوگوں کے بنسبت زیادہ دور ہونے کا مستحق ہے، کیونکہ کسی مؤمن مرد یا عورت کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ان آیات کو پڑھے اور پھر اپنا موازنہ ان لوگوں سے کرے جن کے راستے سے الله کی پناہ مانگی گئی ہے، "اهۡدِنَا ٱلصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيمَ صِرَاطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ" [الفاتحة: 6-7]. یعنی : "ہم کوسیدھے رستے پرچلا ، ان لوگوں کے رستے جن پرتواپنا فضل وکرم کرتارہا نہ اُن کے جن پرغصے ہوتارہا او نہ گمراہوں کے".

سورہ فاتحہ میں دعا کے طریقے کی تعلیم

سورہ فاتحہ خداتعالی کی تعریف اور حمد سے شروع کی گئی ہے، اور پھر حمد کی خصوصیت میں تسلیم کیاگیاہے کہ یہ صرف اسی الله کے لیے لائق اور زیباہے، کوئی اور اس عبادت کے لائق نہیں ہے، گویاکہ انسان اپنے اور اپنے خالق کے درمیان وفاداری اور عہد کا انعقاد چاہتاہے، اس مبارک سورت میں سب سے اہم نکتہ وہی دعاہے جو تمام مقاصد انسانی پرحاوی ہے، اور اس میں بہت سے فائدے اور دیگر ضمنی مسائل ہیں، جن میں سب سے اہم دعا کرنے کا طریقہ سکھاناہے، چنانچہ سورہ فاتحہ میں انسان کو سکھایا گیاہے کہ: جب بھی وہ اپنے پروردگار کے دربار سے دعا مانگناچاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے الله تعالی کی حمد وثنا بیان کرے، پھر اپنے عہد کی وفاداری کی تجدید کرے کہ اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ، اورغیرالله کو ہرگز مشکل کشا اور حاجت روانہ سمجھے۔ تو اس وقت اپنی حاجت کےلیے پروردگار کے سامنے دست دراز کرے، جو دعا اس طریقے سے مانگی جاتی ہے یقینا وہ قبول ہوجاتی ہے۔ (احکام القرآن جصاص)۔

دعاکرتے وقت ایسی دعا کا انتخاب کرے جو مختصر، اور انسان کے تمام مقاصد کو شامل ہو، جیسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کی دعا، کیونکہ اگردین ودنیا کے معاملات میں اس کا راستہ درست ہوتوکسی قسم کے نقصان کا خطرہ نہیں رہتا، ایک بارپھر! یہاں الله تعالی کی طرف سے اپنے بندوں کو حمد وثناء کا درس دینا مقصودہے۔ (معارف القرآن)۔

فرشتوں کی معیت میں قرآن کا نزول

مشہورمفسر جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (911- 749ھ،ق) ابن حبیب اور ابن النقیب سے نقل کرتے ہیں: قرآن کے کچھ حصے فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے۔ ان حصوں سے مراد ہے: سورہ انعام جس کی معیت میں (٧٠) سترہزار فرشتے اترے، اور سورہ فاتحہ کے ساتھ 80 ہزار فرشتے نازل ہوئے،آیۃ الکرسی اور سورہ یاسین کے ساتھ (٣٠) تیس ہزارفرشتے اترے، اور سورۃ الزخرف کے آیت: وَاسۡأَلۡ مَنۡ أَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَا أَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِهَةً يُّعۡبَدُوۡنَ (45) کے ساتھ (٢٠) بیس ہزار فرشتے تشریف لائے، جبکہ بقیہ قرآن اکیلے جبریل لیکر آئے، ان کے ساتھ دیگر فرشتے نہیں تھے۔

- "قال ابن حبيب وتبعه ابن النقيب من القرآن ما نزل مشيعا وهو سورة الأنعام شيعها سبعون ألف ملك وفاتحة الكتاب نزلت ومعها ثمانون ألف ملك وآية الكرسى نزلت ومعها ثلاثون ألف ملك وسورة يس نزلت

(c) ketabton.com: The Digital Library

ومعها ثلاثون ألف ملك * (واسأل من أرسلنا من قبلك من رسلنا) * نزلت ومعها عشرون ألف ملك وسائر القرآن نزل به جبريل مفردا بلا تشييع.

قلت أما سورة الأنعام فقد تقدم حديثها بطرقه ومن طرقه أيضا ما أخرجه البيهقي في الشعب والطبراني بسند ضعيف عن أنس مرفوعا نزلت سورة الأنعام ومعها موكب من الملائكة يسد ما بين الخافقين لهم زجل بالتقديس والتسبيح والأرض ترتج.

وأخرج الحاكم والبيهقي من حديث جابر قال لما نزلت سورة الأنعام سبح رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال شيع هذه السورة من الملائكة ما سد الأفق قال الحاكم صحيح على شرط مسلم لكن قال الذهبي فيه انقطاع وأظنه موضوعا.وأما الفاتحة وسورة يس و * (واسأل من أرسلنا) * فلم أقف على حديث فيها بذلك ولا أثر.وأما آية الكرسي فقد ورد فيها وفي جميع آيات البقرة حديث أخرج أحمد في مسنده عن معقل بن يسار أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال البقرة سنام القرآن وذروته نزل مع كل آية منها ثمانون ملكا واستخرجت * (الله لا إله إلا هو الحي القيوم) * من تحت العرش فوصلت بها.

ترجمه و تفسیر سوره فاتحه

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

«الله کے نام سے جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے»

استعاذہ:

«أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ» ترجمہ:«میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں، شیطان مردود(کے شر)سے»۔

استعاذہ کا مطلب ہے:میں اللہ کی پناہ میں آتاہوں، اور اس کی پناہ لیتاہوں، اور خود کو اللہ کے حوالے کرتاہوں؛ وہ معبود حقیقی کہ اس کے سوا میں کسی کی عبادت نہیں کرتا، اپنے تمام امور کو اس کے سپرد کرتاہوں اس شیطان کے شرسے جورجیم یعنی اللہ تعالی کی رحمت سے مطرود اوردور ہے، چاہے وہ شیطان جن ہو یا انسان، کہ مجھے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے اور دین میں خلل نہ آئے، یا وہ مجھے خدا کے حکم کی تعمیل کرنے سے روکے اور اس راستے کی طرف لے جائے جو میرے خدا اور مالک کو پسند نہ ہو۔

جب ہم "أَعُوذُ" کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے قلب اور جسم کو اپنے شرسے اور ہر اس چیزکے شرسے جو اللہ نے پیدا کی ہے سے نجات دلاکر رہیں گے، اور ہمیں جان لینا چاہیے کہ ہمیں شیاطین انسان ہو یاجن ان کے شرکو دور کرنے والا صرف اللہ تعالی ہے اور بس ۔

غیراللہ سے استعاذہ اور پناہ طلب کرنا شرک ہے

جس کی پناہ لی جاتی ہے وہ صرف اللہ ہے،استعاذہ ایک ایسی قلبی عبادت ہے جو صرف اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ جو شخص اللہ کے سوا کسی اور سے پناہ مانگے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

وہ شرک کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ صرف اللہ ہی ہے جو شرک کے مقابلے میں انسان کی حفاظت کرتاہے، خیر پہنچاکر شر کو روکتاہے، جیسا کہ اللہ فرماتا ہے: "وَإِن يَمۡسَسۡكَ ٱللَّهُ بِضُرّٖ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَۖ وَإِن يَمۡسَسۡكَ بِخَيۡرٖ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ"(الأنعام: 17)"اگر اللہ تمہیں نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور نہیں کر سکتا، اور اگر وہ آپ کو بھلائی عطا کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے".

قرآن کریم کی تلاوت سے استعاذہ کی مناسبت یہ ہے کہ جب بھی کوئی آدمی قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگتاہے، توشیطان اس کو آیات میں تدبر کرنے سے روکنے اوراس کی توجہ ہٹانے اور اسے وسوسہ میں مبتلاکرنے کی کوشش کرتاہے، اور اس کی سوچ اور فکر کو مشغول رکھنے کےلیے اس کے پہلو میں (بلکہ اس کے اندر) آکربیٹھ جاتاہے، چونکہ یہ تمام اعمال و امثال شیطان کے فتنوں میں شمار ہوتےہیں، ضروری ہے کی ان سے اللہ کی پناہ لی جائے۔

اللہ کی پناہ لینے کے اوقات اور مقامات اور اس عمل کی فضیلت

1 - تلاوت قرآن سے پہلے:

اللہ تعالی فرماتا ہے:"فَإِذَا قَرَأۡتَ ٱلۡقُرۡءَانَ فَٱسۡتَعِذۡ بِٱللَّهِ مِنَ ٱلشَّيۡطَٰنِ ٱلرَّجِيمِ"[النحل: 98]. "پس جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے"۔ یعنی: تلاوت کے آغاز میں پڑھناچاہیئے: "أعوذبالله من الشيطان الرجيم".

2 - نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے:

رسول اللہ ﷺ تہجد (رات) کی نماز میں پڑھتےتھے:"أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنْ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، مِنْ هَمْزِهِ، وَنَفْخِهِ، وَنَفْثِهِ"(احمد و غیرہ) "میں پناہ مانگتاہوں اللہ کی (جو) سننے والا جاننے والاہےشیطان مردودسے، اس کی دیوانگی سے، اس کے تکبر اور اس کے وسوسوں سے۔ یا فرماتے:"أعوذبالله من الشيطان الرجيم".

3 - غصے کی حالت میں:

سلیمان بن صدر سے روایت ہے کہ: (دو آدمی رسول اللہ ﷺ کے سامنے لڑنے اور جھگڑا کرنے لگے، ہم بھی حضور اکرمﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، وہ ایک دوسرے کو گالم گلوچ کرنے لگے، نبی کریم ﷺ اتنے غصے ہوگئے کہ آپؐ کا چہرہؓ مبارک لال گلابی ہوگیا، آپؐ نے فرمایا: میں ایک ایسی چیز جانتاہوں اگرغصہ والا شخص اسے کہے تو اس غصے سے نجات پالے گا اور پرسکون ہوجائےگا، وہ ہے:أعوذبالله من الشيطان الرجيم".

4 - بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ جب بھی بیت الخلا جانا چاہتے توفرمایا کرتے تھے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"۔ ترجمہ: اے اللہ ! میں تیری پناہ چاہتاہوں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

کتے اور گدھے کی آواز سننے پر:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "إذا سمعتم نباح الكلب ونهيق الحمير بالليل، فتعوذوا بالله من الشيطان الرجيم فإنهن يرين ما لا ترون" (احمد و غیرہ)۔

ترجمہ: "جب رات میں کتے یا گدھے کی آواز سنو تو شیطان مردود کے شرسے اللہ کی پناہ مانگو، کیونکہ یہ اس چیز کو دیکھتے ہیں جسے تم نہیں دیکھتے "۔

5 - وہم اورخوف کی حالت میں:

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو سکھاتے تھے کہ اس موقع پر یہ پڑھیں: "أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ" (ابوداود، ترمذی)۔

ترجمہ: "میں پناہ مانگتاہوں اللہ کی کامل اور جامع کلموں کے ذریعے اللہ کے غضب، اس کے عذاب اور بندوں کے شروفساد اور شیاطین کے وسوسوں سے اور اس بات سے کہ وہ ہمارے پاس آئے" ۔

6 - بیمار کو دم کرتے وقت:

رسول اللہ ﷺ حسن اور حسین کو اپنی گود میں لے کر دم کرتے اور فرماتے: «أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ » (بخاری). "میں تم دونوں کو اللہ تعالی کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتاہوں ہرشیطان اور زہریلے جانور سے اور ہرلگ جانے والی نظرسے"۔

7 - مسجد میں داخل ہوتے وقت:

رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے:"أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" (ابوداود) " میں شیطان مردود سے عظمت والے اللہ کی، اس کی معزز ذات کی، اوراس کی قدیم غلبہ اور قوت کی پناہ مانگتاہوں"۔

اس کے بعد پیغمبرﷺ نے فرمایا: (جب بھی انسان یہ پڑھتاہے تو شیطان خودسے کہتاہے: یہ اللہ کا بندہ میرے ہاتھ سے نکل گیا، آج کے دن کی لمبائی جتنا مجھ سے دور ہوگیا) ابوداود۔

8 - شیطان جب نماز میں وسوسہ ڈالے۔

9 - جب رات آجائے

10 - مسلمان جب کسی جگہ بیٹھنے یا سونے کے لیے جائے۔

11 - جب شیطان مسلمان کے دل میں جھوٹے شکوک وشبہات ڈالے ۔

12 - صبح و شام کے اذکار کے ساتھ اللہ تعالی کی پناہ لینا۔

استعاذہ یعنی پناہ لینے کی اقسام :

1 - ایک ایسی استعاذہ جو انتہائی عاجزی اور تواضع کے ساتھ ہو، اور یہ یقین رکھے کہ جس ذات کی وہ پناہ لیتاہے وہ ہرچیزپر قادرہے، اور ہرقسم کے شراور برئی سے اسے پناہ دے سکتاہے،استعاذہ کی یہ قسم صرف اللہ کےلیے مخصوص ہے، غیراللہ کی طرف نسبت کرنا شرک اکبرہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

2 - ایسی استعاذہ جس کا مقصد تقرب الی اللہ اور اجر وثواب ہو، کہ بندہ تمام عبادتوں کی طرح اللہ تعالی سے اجر وثواب کی امید رکھتاہو، یہ استعاذہ بھی صرف اللہ ہی کے لیے ہے، کیونکہ اللہ کے لیے کسی کام کا انجام دینا اور بات کرنا خود عبادت ہے، اور عبادت کو غیر اللہ کی طرف پھیرنا بڑاشرک ہے۔

3 - مرنے والے اور غائب لوگوں سے استعاذہ کرنابھی شرک اکبر ہے، کیونکہ وہ لوگ پناہ نہیں دے سکتے ، اور جوشخص ان کی پناہ لیتاہے درحقیقت وہ ان کو عالم الغیب سمجھتاہے، اور یقین رکھتاہے کہ ان کے پاس غیبی قوت ہے جس کے ذریعے وہ اس کی پکار کو سنتاہے اور اس کو اپنی پناہ میں رکھتاہے۔

4 - زندہ لوگوں سے استعاذہ ان امور میں جن کا اختیار اللہ تعالی کے علاوہ کسی کے پاس نہ ہو، جیسے: أئمہ اور اولیاء کی پناہ لینا اس چیزمیں جس سے وہ ڈرتاہے، یہ استعاذہ بھی شرک ہے، کیونکہ جن امور کی انجام دہی پر اللہ کے علاوہ کوئی اور قادر نہ ہو تو ایسے امور کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا بڑا شرک ہے۔

زندہ مخلوق سے استعاذہ جن چیزوں میں وہ قدرت اور قوت رکھتاہو، جیسے کسی دشمن یا درندہ جانور کے شر سے استعاذہ طلب کرنا ایسے آدمی سے جو اس کو دفع کرکے اس کی حفاظت کرسکتاہے، اس قسم کا استعاذہ اور پناہ طلب کرناجائزہے، واللہ أعلم بالصواب ۔

لفظ «شیطان» کا معنی:

علما کہتے ہیں کہ:"شیطان" کا لفظ "شَطَن"سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے دوری، کیونکہ عربی زبان میں شیطان کا اطلاق ہر اُس چیز پر ہوتا ہے جو نیکی سے دور ہو، اور اس سے ہر وہ چیزمراد ہے جو اپنے ہم جنس سے بہت زیادہ مختلف ہو، اس لیے ابلیس کو شیطان کہاگیا، جب مطلق طور پر شیطان کہاجائے تو اس میں ابلیس بھی شامل ہوتاہے، اگرچہ شیطان کا اطلاق شیاطین انس و جن پر ہوتاہے، کیونکہ دونوں ہی خیر سے دور ہیں۔

معتبرعالم فیومی "المصباح المنیر"میں لکھتے ہیں: لفظ شیطان کے بارے میں دو قول ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ یہ مشتق ہے "شَطَنَ" سے ، اس کا معنی:حق یا اللہ کی رحمت سے دور ہوناہے،یہاں نون زائد نہیں، بلکہ کلمہ کا جزء ہے، اورشیطان کا وزن (فَیعال) ہوگا، جو ہرسرکش اورمتکبر چاہے انسانوں میں سے ہو، یاجنات اور جانوروں میں سے سب کو شامل ہے، جیسے عرب سرکش گھوڑے کو شیطان کہتے ہیں۔

دوسراقول یہ ہے کہ: پہلے قول کے برعکس نون زائدہ ہے اور ی کلمہ کا جزہے، یعنی شیطان (شَاطَ) سے مشتق ہے، جس کا معنی ہے: باطل ہو ا یا آگ لگ گئی ، بر وزن (فَعلان) ۔

اسی طرح صحیح مسلم میں ہے کہ ابوذر ؓ نبی کریم ﷺ روایت کرتے ہیں کہ: "سیاہ کتا شیطان ہے" (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب قدر مایستر المصلی (510).

نیز منقول ہے کہ پیغمبرﷺ نے ایک شخص کو دیکھاکہ کبوترکا پیچھا کر رہاتھا ، آپؐ نے فرمایا: "ایک شیطان ہے شیطان کے پیچھے" ابوداود نے اس حدیث کو بہ روایت ابوھریرۃؓ اپنی جامع، کتاب الادب، باب فی اللعب بالحمام (4940) میں نقل کیا ہے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ابن وہبؒ ایک حدیث صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کےلیے بِرذَونی (بِرْذوْن: ایک سیاہ ترکی گھوڑا جو دبلا اور عظیم الجثہ ہے، تاج العروس، مادہ (برذن) لایاگیا، حضرت عمرؓ اس پر سوارہوئے تو دیکھاکہ وہ بہت تکبر اور اکڑسے چلتاہے ، چاہا کہ اسے اس طرح چلنے سے روکے، لیکن گھوڑا اپنی چال چلتارہا، تو عمرؓ اس سے اتر گئے اور کہا:"مجھے تم لوگوں نے شیطان پر سوارکرایا؟" (تفسیرطبری:109/1 تفسیر ابن کثیر:115/1،ابن کثیر نے اس کی سند کو صحیح کیاہے)۔
لھذ؛ شیطان ہر اس مخلوق کو کہتے ہیں جو خیر اور بھلائی سے دور یا اپنے ہم جنس افراد سے الگ اور مختلف ہو ۔
یہ لفظ کا عمومی معنی تھا، تاہم ایک خاص معنی میں اس اصطلاح سے مراد ہر ایسی مخلوق ہے جوخیرو بھلائی سے دور اورشر اور شرارت سے متصف ہو، جیساکہ شیطان اس کی ذریت اور شیطان کی پیروی کرنے والے یا وہ لوگ جو خود شیطان بن جاتے ہیں، یعنی شیطانی صفات اپنالیتے ہیں، اس لیے اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ شیطان کے وسوسوں سے خدا کی پناہ مانگو: "وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ إِنَّهُۥ سَمِيعٌ عَلِيمٌ" ٢٠٠ [الأعراف: ٢٠٠].ترجمہ: "اگرکبھی شیطان تمہیں اکسائے تو اللہ کی پناہ مانگو، وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والاہے"۔

«رجيم»

شیطان کو «رجیم» کہا جاتا ہے جس کا مطلب مرجوم ہے یعنی"سنگسار کیا گیا"، صیغہ فعیل بہ معنی مفعول آیا ہے۔
عربی زبان میں رجم کا معنی ہے مرجوم پر کوئی چیز پھینکنا یامارنا ، اب یہ پھینکنا اور مارنا یا توزبانی ہوگا یا عملی، اس کے اور بھی معنی ہیں جیسے : رجم : بمعنی قتل کرنا یا رجم بالغیب یعنی گمان ، شک اور بغیر دلیل اور ثبوت کے بات کرنا (المصباح المنیر، مادہ (رجم)۔
قرآن کریم نے اس لفظ کے یہ تمام معانی بتائے ہیں، مثلا کہتاہے:"لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ"(مريم: ٤٦). ترجمہ: "اگرتوباز نہ آئے گا تومیں تجھے سنگسارکردونگا"
اور قرآن کریم میں بھی ہے: "رَجْمًا بِٱلْغَيْبِ" (الكهف: ٢٢) یعنی :اندازے سے بات کرنا جو کہ بات کرنے کی ایک قسم ہے ۔
تو پھر (الشیطان الرجیم) یعنی سنگسار کیا گیا اور خیر وبھلائی سے دور (رجیم) بہ معنی (مرجوم)۔

وضاحت:

یادرہے کہ :"أعوذبالله من الشیطان الرجیم " آیت نہیں ہے، بلکہ سنت نبوی سے ثابت دعا ہے، ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ جب بھی نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے تو سورہ فاتحہ کی تلاوت سے پہلے "أعوذبالله من الشیطان الرجیم"پڑھتے تھے، جمہور علماء کی رائے اس سورت کے شروع میں استعاذہ پڑھنے کی اسی جملہ کی وجہ سے ہے جو کہ آیت:"فاذا

(c) ketabton.com: The Digital Library

قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطان الرجیم "(نحل: ۹۸) سے مطابقت رکھتاہے۔

درج ذیل آیات میں بھی لفظ "أعوذ" آیاہے، (مؤمنون: ۹۷ اور۹۸) جمہور کے نزدیک قرآن کی تلاوت کے وقت استعاذہ پڑھنا مندوب ہے، شافعیہ اور حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ:
نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کی تلاوت سے پہلے آہستہ سے تعوّذ پڑھنا سنت ہے۔
ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: رسول الله ﷺ جب بھی نماز پرھتے تو دعائے استفتاح سے پہلے : "أعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من همزه و نفخه ونفثه" پڑھتے تھے(احمد ، ترمذی ، نیل الاوطار: ج، ۲ ص: ۱۹۶)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة الفاتحه

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ٪﴿۶﴾

سورت کا لفظی ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (۱)	شروع کرتاہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والاہے
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾	سب طرح کی تعریف خداہی کو(سزاوار)ہے جوتمام مخلوقات کا پروردگارہے
الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾	بڑا مہربان نہایت رحم والاہے
مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾	روزِ جزا کا مالک ہے
اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾	ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اورتجھی سے مدد مانگتے ہیں
اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾	ہم کو سیدھے رستے پر چلا
صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ٪﴿۶﴾	ان لوگوں کے رستے جن تو اپنا فضل کرتارہا نہ اُن کے جن پر غصے ہوتارہا ، اور نہ گمراہوں کے

تفسیر :

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (۱)	شروع کرتاہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والاہے

لغات اور اصطلاحات کی تشریح:

«بِسۡمِ اللّٰہِ»یعنی : میں شروع کرتاہوں اللہ کی تمام ناموں کے مددسے، کیونکہ لفظ اسم مفرد اور مضاف ہے، اس لیے یہ تمام اسماء حسنی کو شامل ہے۔

"اللّٰہ" خدا اورمعبود کے معنی میں ہے، چونکہ خدا تعالی الوہیت کی تمام صفات کمال سے متصف ہے چنانچہ اسی لیے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔

"الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ"یہ دو اسم اللہ تعالی کے مبارک اسماء میں سے ہیں، اور یہ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالی عظیم اور وسیع رحمت والا ہے جو کہ ہرچیز اور ہر جاندار پر محیط ہے، اور اللہ تعالی اپنے پرہیزگار بندوں پر جو اس کے نبیوں کے پیروی کرتے ہیں اپنی رحمت برساتاہے، پس خداکی لامحدود رحمت انسانوں کے اس گروہ کی حالت کو شامل ہے ۔ جان لو کہ ایک ایساقاعدہ اور اصول کہ جس پر اس امت کے اسلاف اور پیشروں کا اتفاق ہے وہ خدا تعالی کے اسماء وصفات اور اس کے متعلقہ احکام پر ایمان ہے، مثال کے طورپر ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالی "رحمان" اور "رحیم" بخشنے والا مہربان ہے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور ایسی رحمتوں والاہے جو اسی کی خاصیت ہے، اس لیے تمام برکتیں اور نعمتیں اس کی رحمت کے اثرات ہیں، خدا کے متعلق ان کے یہی عقائد تھے۔

تفسیر

«بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ»

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل اللہ کے نام اور اس کی یاد سے مدد مانگتے ہوئے شروع کرناچاہیے، اس کے مبارک نام کے ساتھ مدد و نصرت مانگنی چاہیے، کیونکہ وہی ذات فضل وکرم والا ہے، جس کی رحمت اور فضل وسیع اور کرم بے انتہاہے، وہ رب جس کی لا محدود رحمت ہرچیزپر قادرہے اور جس کے فضل وکرم میں ساری دنیا شامل ہے۔
امام طبری ؒ فرماتے ہیں: خدا تعالی نے اپنے اسماء مبارکہ کا ذکرکیاہے، تاکہ اپنے نبیﷺ کی رہنمائی کرے اور ان کو سکھائے کہ ہرنیک کام شروع کرنے سے پہلے اللہ کے اسماء مبارکہ کا ذکر کیاجائے، اپنی تمام مخلوقات کے لیے اس پرعمل پیرا ہونے کو روایت بنایاہے، ایک واضح راستہ دکھایاہے کہ اس پر چلیں، اس لیے جو کوئی قرآن کریم کی کسی بھی سورت کو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھتے ہوئے شروع کرے تو درحقیقت وہ کہنا چاہتاہے کہ: اللہ کے نام سے اس سورت کو پڑھنا شروع کرتاہوں، اور دوسرے اعمال میں بھی ایساہی کرونگا ۔ (جامع البیان طبری)

«بسم اللہ» کی تفسیر اور معنی:

«بسم اللہ» بنیادی طورپر تین الفاظ کا مجموعہ ہے۔

اوّل: حرف باء۔
دوم: اسم۔
سوم: اللہ۔

حرف باء عربی زبان میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے،ان میں سے یہاں کی مناسبت سے متدرجہ معنوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کیا جاسکتا ہے۔
اول:مصا حبت:یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے جوڑنا
دوم:استعانت:یعنی:کسی سے مدد لینا۔
سوم:تبرک:کسی چیز سے برکت حاصل کرنا۔
لفظ "اسم" کے متعلق بہت سارے لغوی اور علمی تفصیلات موجود ہیں،ہمارے لیے یہ معلوم ہونا کافی ہے کہ فارسی دری، اور اردو زبان میں اس کا ترجمہ "نام" ہے۔

لفظ «اللہ »:

لفظ"اللہ" یہ پروردگار اقدس کےلیے اسم ذات ہے، جس کا اطلاق غیر اللہ پر نہیں ہوتا،اس اسم کا اصل"الٰہ" سے لیا گیا ہے، ہر اس معبود پر بولاجاتاہے چاہے حق ہو یا باطل،پھر اس کا اطلاق معبود بر حق پر غالب آگیا،پس اب لفظ اللہ ایک اسم علم معبود برحق کے لیے ہے،کیونکہ رب تعالٰی کے علاوہ جن معبودوں کی پرستش کی جاتی ہے وہ برحق نہیں ہیں،وہ عبادت کے مستحق نہیں ہیں،مستحق عبادت اکیلا اللہ تعالٰی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بعض علماء نے لفظ "اللہ" کو اسم اعظم کہا ہے،اس کا اطلاق اللہ کے علاوہ کسی اورپر نہیں کیا جاسکتا؛ کیونکہ اس نام کا تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا،اس لیے اللہ تعالٰی اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے، مختصر یہ کہ لفظ"اللہ" اس کائنات کو وجود بخشنے والے اس ذات لا یزال کا نام ہے جو کمال کی تمام صفات کا حامل ہے،اور ربوبیت کی تمام صفات سے متصف ہے اور اس کا کوئی مشابہ یا مثل نہیں ہے۔

ان کا یہ بھی ماننا ہے کہ: لفظ "اللہ" رب تعالٰی کا سب سے عظیم اور جامع ترین اسم ذات ہے، وہی اسم اعظم ہے جس کی فضیلت کے بارے میں پیغمبرﷺ نے فرمایا:"اذادعی بہ‌اجاب...(سنن ترمذی....)"

ترجمہ:"جو بھی اللہ تعالٰی سے اسم اعظم کے ذریعے دعا مانگے اس کی دعا قبول ہوتی ہے،اگر کوئی چیز طلب کرے اسے عطا فرماتا ہے"۔

«بسم اللہ»

حرف باء کے تین معانی کے اعتبار سے لفظ "بسم اللہ"کا معنی اس طرح ہوگا:"خدا کے نام سے"،"خدا کی مدد سے"،"خدا کے نام کی برکت سے" بظاہر تینوں مواقع میں معنی و مفہوم مکمل نہیں ہے، جب تک اس کام کا ذکر نہ ہو جو کرنا چاہتا ہے انسان جانتاہے کہ اللہ کے نام سے یا اللہ کی مدد سے یا اللہ کی برکت سے کونسا کام شروع کرنا چاہتا ہے، نحوی قواعد کے مطابق مناسب فعل محذوف ہوگا، بطور مثال:اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں یا پڑھتا ہوں،(مطلب جو کام کرناہے وہ محذوف ماناجائے گا، اور یہ محذوف ابتداء میں آخرمیں، مان سکتے ہیں مگرمناسب ہے کہ فعل کو آخر میں مخدوف سمجھا جائے تاکہ واقعی طور پر کام کی ابتداء اللہ کے نام سے ہو،فعل محذوف کو خدا کے نام سے پہلے نہیں ہونا چاہیے، صرف حرف باء خدا کے نام سے پہلے آسکتا ہے،کیونکہ عربی زبان کے محاورہ کے لحاظ سے حرف باء کا اسم سے پہلے آنا لازمی ہے۔

خطاطی کے اصول کے مطابق حرف باء کو ہمزہ کے ساتھ متصل ہونا چاہیے، اور لفظ "اسم" الگ سے لکھا جائے،جیسے:"بِاسمِ‌اللہ"، لیکن مصاحف عثمانی کے رسم الخط کے مطابق،اجماع صحابہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمزہ کو حذف کرکے (باء) کو (سین) کے ساتھ متصل لکھا گیا،اس طرح "بسم اللہ"لکھاجاتاہے اس طرح بظاہر باء اسم کا جزو قرار پایا تاکہ کام کی ابتداء اللہ کے نام سے ہو، جبکہ بعض مواقع پر ہمزہ حذف نہیں کیاجاتا،جیسے:"اقراء بِاسمِ ربک"(سورۃ العلق:۱)کہ یہاں باء کے ساتھ الف لکھا گیا ہے، یہ خصوصیت صرف"بسم اللہ" میں ہے کہ حرف "باء"،"سین" کے ساتھ متصل لکھی گئی ہے۔

«اللہ»اور«الہ»میں فرق

پہلا وہ اسم ہے جو ذات خداتعالٰی پروردگار مقدس کے ساتھ خاص ہے،جبکہ لفظ الٰہ مطلق معبود کے معنی میں ہے، چاہے وہ معبودحقیقی ہو یاباطل،اسی لیے یہ اسم خدا تعالٰی اور معبودان باطلہ سب کےلیے بولاجاتاہے۔

«الرحمن الرحیم»

یہ دونوں الفاظ اللہ کی صفات ہیں،"الرحمن" کا معنی:عمومی رحمت والا ، اور "الرحیم"کا

(c) ketabton.com: The Digital Library

معنی ہے کامل الرحمت ہونا، دوسرے الفاظ میں:"الرحمن"میں رحمت کی وسعت اور پھیلاؤ اور "الرحیم"رحمت کے کامل ہونے کی طرف اشارہ ہے،یعنی:اللہ تعالٰی ایسی ذات ہے جس کی رحمت عام اورجو جہاں اور کائنات اب تک موجود ہے یا آئندہ وجود میں آئے گا سب کو شامل ہے، اور "تام الرحمۃ" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی رحمت کامل اور مکمل ہے۔
اس لیے لفظ"رحمان"ذات خدا وندی کے لیے خاص ہے اس کا اطلاق کسی بھی مخلوق پر جائز نہیں،کیونکہ سوائے خدا تعالٰی کے اورکوئی ذات ایسی نہیں ہے جس کی رحمت دنیا کی تمام اشیاء کو محیط ہو۔
جس طرح لفظ « اللہ » کا تثنیہ اور جمع نہیں ہے،لفظ « رحمان» میں بھی یہ چیزیں نہیں پائی جاتیں، یہ صفت بھی اللہ کی ذات کے لیے خاص ہے اور اس میں دو یا زیادہ ہونے کا امکان نہیں۔ (قرطبی)۔ جبکہ لفظ "رحیم" میں یہ خصوصیت نہیں، کیونکہ یہ صفت مخلوق میں بھی پائی جا سکتی ہے، ایک انسان کسی دوسرے پر مکمل رحمت کر سکتا ہے، اسی لیے "رحیم" انسانوں کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہوا ہے: "بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ" (سورہ التوبہ: 128)۔
"بسم اللہ الرحمن الرحیم" کا اجمالی معنی یہ ہے کہ: میں ہر کام کا آغاز اللہ کے نام ، اس کی یاد اور تسبیح کے ساتھ کرتا ہوں ، میں اپنے تمام معاملات میں اسی سے مدد چاہتا ہوں، کیونکہ وہی پروردگار اور حقیقی معبود ہے جس کی رحمت ہر چیز پر پھیلی ہوئی ہے۔ وہی ہر چھوٹی بڑی نعمت دینے والا ہے، اور اسی کی بخشش اور مہربانی دائمی اور جاری رہنے والی ہے۔

فقہی اختلاف:

1 - مالکیہ اور حنفیہ کی رائے:"بسم اللہ الرحمن الرحیم"سورہ فاتحہ یا دیگرسورتوں کی آیت نہیں، بلکہ یہ ہرسورت کی ابتدا اور سورتوں کے درمیان فرق ڈالنے کے لیے لکھی گئی ہے۔

2 - شافعی اور حنبلی کی رائے: "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سورہ فاتحہ کی آیت ہے، اور اسے نماز میں پڑھنا واجب ہے۔

فقہی اختلاف سے قطع نظرتمام امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" قرآن کا حصہ ہے، جیسا کہ سورہ نمل میں ذکر ہوا ہے: "إِنَّهُۥ مِن سُلَيْمَٰنَ وَإِنَّهُۥ بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ" (سورہ النمل: 30) ترجمہ:"یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور یہ اللہ کے نام سے (شروع کیا گیا ہے) جو بخشنے والا اور مہربان ہے"۔

«بسم اللہ الرحمن الرحیم» قرآن کی ایک آیت ہے:

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ "بسم اللہ" سورہ نمل کی آیت 30 اور قرآن کا حصہ ہے، اور اسی لیے تمام سورتوں کے شروع میں (سوائے سورہ توبہ کے) لکھی گئی ہے۔
البتہ یہ کہ "بسم اللہ" سورہ فاتحہ یا دوسری سورتوں کا حصہ ہے یا نہیں ، اس بارے میں ائمۂ مجتہدین کا اختلاف ہے:
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ: کے نزدیک "بسم اللہ" سورہ نمل کے علاوہ کسی اور سورہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

کا حصہ نہیں، بلکہ یہ ایک مستقل آیت ہے جو ہرسورت کی ابتداء اور دو سورتوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے نازل کی گئی ہے۔ (معارف القرآن)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ سورتوں کو کس طرح ایک دوسرے سے جدا کریں، یہاں تک کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" نازل ہوئی۔
حدیث شریف میں آیا ہے: "كل أمر ذي بال لم يبدأ ببسم الله فهو أبتر" ، "ہر اہم کام جو اللہ کے نام سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہے"۔
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن کریم کی تلاوت "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے شروع کرتے تھے۔ لہٰذا، کسی بھی نیک عمل یا گفتگو کا آغاز «بسم اللہ» سے کرنا مستحب ہے۔
تفسیر گلشاھی کے مصنف لکھتے ہیں: مفسرین اور فقہائے مدینہ، بصرہ، اور شام کے نزدیک "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سورہ فاتحہ کی آیت ہے لیکن کسی اور سورہ کی آیت نہیں، ان کے مطابق یہ سورتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے اور ہر کام کو بابرکت بنانے کے لیے سورتوں کے آغاز میں لکھی گئی ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے پیروکار بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں اور اسی لیے نماز میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" بلند آواز سے نہیں پڑھتے۔
دوسری جانب، مکہ اور کوفہ کے قاری اور فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" نہ صرف سورہ فاتحہ بلکہ ہر سورہ کی آیت ہے، امام شافعی اور ان کے پیروکار بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے نماز میں اسے بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سلف نے منع کیاہے کہ قرآن کی آیات کے ساتھ کسی چیز کو درج کیا جائے، جیسا کہ "آمین" جو قرآن کا حصہ نہیں، مصحف میں درج نہیں کیا گیا، اگر "بسم اللہ الرحمن الرحیم" قرآن کا حصہ نہ ہو تی تو اسے درج نہیں کیاجاتا ۔
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: "جو شخص 'بسم اللہ الرحمن الرحیم' چھوڑ دے، گویا وہ قرآن کی 114 آیات کو ترک کر رہا ہے"۔
تفہیم القرآن کے مصنف لکھتے ہیں: اسلام انسان کو یہ ادب سکھاتا ہے کہ وہ اپنے تمام کام اللہ کے نام اور ذکر سے شروع کرے۔ اگر اس قاعدے پر اخلاص کے ساتھ عمل کیا جائے تو تین اہم فائدے حاصل ہوتے ہیں:

1 - انسان برے اور غیر مناسب کاموں سے محفوظ رہتا ہے، کیونکہ اللہ کے نام کے ساتھ کسی کام کا آغاز کرنے سے پہلے وہ غور کرتا ہے کہ کیاواقعی میں حق رکھتاہوں کہ اس کام کو اللہ کے نام کے ساتھ شروع کروں ۔
2 - کسی اچھے اور جائز کام کو اللہ کے نام سے شروع کرنے سے نیت اور ارادہ صحیح سمت اختیار کرتا ہے، اور انسان صحیح سمت اور طریقے سے اپنے عمل کا آغاز کرتا ہے۔
3 - سب سے اہم فائدہ اس بات کا یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کام شروع کرنے سے انسان پر اللہ کی برکت اور مدد نازل ہوتی ہے۔ اس کا عمل شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے، اور اس کی کوشش میں برکت آتی ہے، اللہ کا قانون یہ ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ کی طرف توجہ کرتا ہے تو اللہ بھی اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

«بِسۡمِ اللّٰهِ» سے کام یا تلاوت شروع کرنے کا حکم:

اسلام سے پہلے دور جاہلیت میں لوگ اپنے اہم کام بتوں کے نام سے شروع کیا کرتے تھے، اس غلط رسم کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی پہلی وحی میں یہ حکم دیا کہ قرآن کی تلاوت "بِسۡمِ اللّٰهِ" سے شروع کی جائے: «اقۡرَأۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ» (سورہ علق: 1)۔

عالم اسلام کے مشہور مفسرجلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف قرآن ہی نہیں بلکہ تمام آسمانی کتابیں جو گذشتہ زمانے میں انبیاء کرام پرنازل ہوئی تھیں وہ بھی اللہ کے نام سے شروع کی گئی تھیں۔

اگرچہ بعض علماء کے نزدیک "بسم اللہ الرحمن الرحیم" صرف قرآن کریم کی خصوصیات میں سےہے، اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیت ہے، ان دونوں باتوں کی تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ تمام آسمانی کتابیں اللہ کے نام سے شروع ہونے میں مشترک ہیں، جبکہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کا پورا جملہ یا آیت قرآن کی خاص نشانی ہے۔

سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزولِ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے پہلے ہر کام "بِاسۡمِكَ اللَّهُمَّ" کہہ کر شروع کرتے تھے، اور اپنے خطوط میں اسے لکھنے کا حکم صادر فرماتےتھے، "بِسۡمِ اللّٰهِ"نازل ہونے کے بعد اس نے سابقہ الفاظ کی جگہ لے لی اورہمیشہ کے لیے امت کے درمیان سنت کے طور پر برقرار رہی۔ (قرطبی ، روح المعانی)۔

قرآن کریم کئی مواقع پر اس بات کی ہدایت دیتا ہے کہ ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کیا جائے۔ جیسا کہ اوپر ہم نے ذکرکیا ، حدیث شریف میں بھی یہی حکم آیا ہے: "ہر وہ کام جو اللہ کے نام کے بغیر شروع کیا جائے، وہ بے برکت ہوگا۔" كل امرذی بال لم يبداء بِبِسمِ الله فهو أبتر"۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا گیا:"جب تم گھر کا دروازہ بند کرو، چراغ بجھاؤ، برتن ڈھانپو، کھانے یا پینے سے پہلے اور وضو کرتے وقت سواری پر سوار ہوتے وقت 'بسم اللہ' کہو"۔ (قرطبی)

اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہر کام اللہ کے نام سے شروع کیا جائے،اورانسانی زندگی کی تکمیل کا راستہ خدا کی طرف اس طرح متعین کیاگیاہے کہ قدم قدم پر اس عہد کی تجدید کی جائے کہ بشریت کا وجود اور اس کے تمام کاموں کی انجام دہی اللہ کے ارادے اور مشیت کے تابع ہے، یہ تعلیم اس بات کی یاد دہانی کراتی ہے کہ ہماری ہر سرگرمی بلکہ ہمارا وجود اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

یہ وہ مقام ہے جہاں ہرقسم کی انسانی سرگرمی چاہے معاشی ہو یادیگرمعاملات جب یہ اللہ کے نام سے شروع ہوں تو یہ عبادت میں شمارہوتے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم اللہ کی فضیلت اور اس کے پڑھنے کے مقامات:

1 - وضو کرتے وقت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"لَاصَلاۃَ لِمَنْ لَاوُضُوءَ لَہُ،وَلَاوُضُوءَ لِمَنْ لَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللہِ عَلَیْہِ"(احمد، ترمذی، ابن ماجہ ابوداود اور ابن کثیر کا کہناہے کہ یہ حدیث حسن ہے) "جو شخص وضو کے آغاز میں 'بسم اللہ' نہیں کہتا، اس کا وضو مکمل نہیں"،(بعض علماء نے کہاہے کہ: یہ حدیث کچھ دوسری احادیث کے ساتھ وجوب کے درجہ سے ساقط ہوئی ہے، اگر کوئی آدمی وضو کرتے ہوئے بسم اللہ نہ کہے تو اس کا وضو ہوجاتا ہے۔

2 - جانوروں کے شکار اور ذبح کے وقت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ"(سورہ انعام: 121)"وہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، کیونکہ وہ فسق ہے" ، اسی طرح فرمایا: "فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ" (سورہ مائدہ: 4)"ان شکاری جانوروں کے شکارمیں سے کھاؤ جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔"

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نےرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت یافتہ کتے کے شکار کے بارے میں پوچھا جب کہ اس کے ساتھ دوسرا کتا بھی شریک ہو ، اور معلوم نہ ہو کہ ان میں سے کونسے نے شکار پکڑا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو جواب میں فرمایا کہ:«لَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى غَيْرِهِ "(متفق علیہ)» اس شکار کو نہ کھاؤ کیونکہ تم نے اللہ کا نام صرف اپنے کتے پر لیا تھا، دوسرے پر نہیں ۔

3 - کھانے پینے کے وقت:

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں بچہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کھانے کے دوران دونوں ہاتھوں سے کھانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"يَا غُلَامُ، سَمِّ اللَّهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ" ، "اے بچے! اللہ کا نام لو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے سامنے سے کھاؤ"۔

4 - بیماری اور تکلیف میں دم کرتے وقت:

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیماری کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِي تَأَلَّمَ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِاسْمِ اللَّهِ. ثَلَاثًا. وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَعُوذُ بِاللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ"(مسلم و غیرہ)"جہاں درد محسوس ہورہاہو وہاں ہاتھ رکھو، تین بار "بسم اللہ" کہو، اور سات بار یہ دعا پڑھو: "أَعُوذُ بِاللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ" (میں اللہ اور اس کی قدرت سے پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جو میں محسوس کرتا ہوں اور جس سے میں ڈرتا ہوں)۔ (مسلم)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں : جبریلؑ نبی کریمﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمدؐ آپ بیمار ہیں اور درد محسوس کرتے ہیں؟ فرمایا: جی ہاں ، جبریل نے کہا:«بِاسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اللهُ يَشْفِيكَ بِاسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ».

ترجمہ:میں اللہ کے نام سے آپ پر دم کرتاہوں، ہراس چیزسے(حفاظت کےلیے) جو آپ کو تکلیف دے، ہرنفس اور ہر حسد کرنے والی آنکھ کے شرسے، اللہ آپ شفاء دے، میں اللہ کے نام سے آپ پردم کرتاہوں۔

5 - مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے کے وقت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے: "بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" (اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! محمد پر درود و سلام ہو، اے اللہ! مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے)۔"

اور جب مسجد سے باہر نکلتے تو فرماتے: "بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ فَضْلِكَ"

(اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! محمد پر درود و سلام ہو، اے اللہ! اپنے فضل کے دروازے میرے لیے کھول دے)۔ (ابن سنی)

6 - شوہر اور بیوی کی قربت کے وقت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ قربت کرے تو یہ دعا پڑھے: "بِسْمِ اللهِ، اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِيْ ذٰلِكَ لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ أَبَدًا" (اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہمیں عطا کرے اسے بھی شیطان سے بچا، اگر اس قربت سے بچہ پیدا ہو تو شیطان اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا)۔ (بخاری، مسلم)۔

7 - صبح اور شام کے اوقات میں:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بندہ صبح اور شام تین مرتبہ یہ دعا پڑھتا ہے: «بِسْمِ اللهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ» (اللہ کے نام کے ساتھ، جس کے نام کے ساتھ زمین اور آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، اور وہ سننے والا، جاننے والا ہے) تو اس کو کوئی چیزنقصان نہیں پہنچاسکے گی" (ابوداؤد، ترمذی، حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح قرار دیاہے)۔

8 - گھر کے دروازے بند کرتے وقت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب رات آجائے اور شام گذرجائے تو اپنے بچوں کو گھر لے آؤ اور رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد ان کو سلاؤ، اور اللہ کا نام لیتے ہوئے گھر کے دروازے بند کرو ، کیونکہ شیطان وہ دروازے نہیں کھول سکتا جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو،ٹینکی اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

مٹکے وغیرہ میں پانی ہوتو اس کو ڈھک کرکے اس پر خدا نام لو، وہ برتن اور پلیٹیں جن میں کھانا رکھاہو ان پر خدا کا نام لیکر نہیں ڈھک کر رکھ، اور چراغوں کو بجھادو) (ابوداؤد)۔

9 - گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب کوئی شخص گھر سے نکلتے وقت یہ کہے: "بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ" (اللہ کے نام کے ساتھ، میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، اور اللہ کی مدد کے بغیر کوئی طاقت اور قوت نہیں) تو اس وقت اس سے کہا جاتاہے: تم محفوظ ہو گئے، اور شیطان تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا" (مسلم)۔

جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے سناکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے گھر جاتاہے اور گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتےوقت اللہ کا نام لیتاہے، توشیطان کہتاہے کہ میرے لیے نہ رہنے کی جگہ ہے اور نہ کھاناہے، اور اگر انسان اپنے گھرمیں داخل ہوتے وقت خدا کا نام نہ لے تو شیطان کہتاہے کہ میں نے اپنے لیے رہنے کہ جگہ بنالی، اگر انسان کھانا کھاتے وقت خدا کا نام نہ لے، توشیطان کہتاہے میں نے اپنے لیے رہنے کی جگہ بھی بنالی۔ اور مجھے کھانا بھی مل گیا۔

10 - کسی بھی سواری پر سوار ہوتے وقت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سواری پر بیٹھتے تو یہ دعا پڑھتے: "بِسْمِ اللهِ، الْحَمْدُ لِلهِ، سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ" (اللہ کے نام کے ساتھ، سب تعریف اللہ کے لیے ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے لیے مسخر کیا، حالانکہ ہم اسے قابو کرنے کے قابل نہ تھے۔) (مسلم)

11 - قرآن پڑھتے ، خط یا کچھ بھی لکھتے وقت:

(الف) قرآن پاک کی تلاوت کرتے وقت کہنا چاہیے: "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"، چاہے نماز میں ہوں یا عام حالات میں، ہمیشہ جب ہم تلاوت کرنا چاہیں تو ابتدا میں "بِسْمِ اللهِ " کہنا چاہیے۔

(ب) کوئی خط یامضمون یا کتاب وغیرہ لکھتے وقت اللہ کے نام سے آغاز کرنے کا ذکر قرآن میں ہے: "إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"(سورہ نمل: 30) (یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور یہ اللہ کے نام سے شروع ہوتا ہے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے) ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے خطوط کا آغاز "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" سے کیا، مثال کے طور پر ہرقل قیصر روم کو لکھے گئے خط میں آپ نے فرمایا: "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ وَرَسُولِهِ، إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ، سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى، أَسْلِمْ تَسْلَمْ، وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ" (بخاری) "اللہ کے نام سے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے بندے اور رسول کی طرف سے، ہرقل، روم کے بادشاہ کے نام، ہدایت کے پیروکار پر

(c) ketabton.com: The Digital Library

سلامتی ہو، اسلام قبول کرو تاکہ تم محفوظ رہو، اور اللہ تمہیں دوگنا اجر عطا کرے گا"۔

حاصل بحث:

1 - «بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ» سورہ نمل کا حصہ ہے اور اس کی ایک آیت ہے۔

2 - یہ آیت سورتوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے نازل کی گئی ہے۔

3 - "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ" سورہ فاتحہ کی پہلی آیت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الحمد لله رب العالمين، أم القرآن، أم الكتاب، والسبع المثاني..." (ترمذی) "الحمد لله رب العالمین، قرآن کی ماں، کتاب کی ماں، اور بار بار دہرائی جانے والی سات آیات" ۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں: "وَلَقَدۡ اٰتَيۡنٰكَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِىۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِيۡمَ" (الحجر: 87)

"ہم نے آپ کو سات دہرائی جانے والی آیات اور عظیم قرآن عطا کیا۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:"أن النبي قرأ الفاتحة وعدّ البسملة آية منها" (ابن خزيمة). رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ تلاوت کی اور "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ"کو اس کی ایک آیت شمار کیا، (ابن خزیمہ)۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَۙ ۝۲	سب طرح کی تعریف خداہی کو(سزاوار)ہے جوتمام مخلوقات کا پروردگارہے

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

«الحمد»: تعریف اور تمجید نیکی کے ساتھ جو بہ طریق تعظیم اورمحبت کے ساتھ ہو، "حمد"ذم کی ضداور نقیض، اور "شکر"سے زیادہ عام ہے، کیونکہ شکر صرف نعمت کے بدلے میں کیا جاتا ہے، جبکہ "حمد" کسی بھی حالت میں ہو سکتی ہے۔ (صفوة التفاسیر)

«ربّ»: پروردگار، لفظ"ربّ" مصدر ہے جس کا معنی ہے تربیت کرنا، اس مقام پراسم فاعل یعنی "مربی" پرورش کرنے والے کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور اللہ کی صفت بیان کر رہا ہے۔

"اللہ "یہ اللہ تعالیٰ کا خاص نام ہے، جس میں کوئی بھی شریک نہیں۔ امام قرطبی کے مطابق: "اللہ" خدا تعالی کا سب سے بڑا اور جامع نام ہے، اللہ اس موجود حقیقی کا نام ہے جو تمام صفاتِ الوہیت کا احاطہ کرتا ہے، اور ربوبیت کے تمام اوصاف اس میں پائے جاتے ہیں ، اور اس ذات کے علاوہ کوئی بھی معبود برحق نہیں۔

«ربّ»یہ لفظ «تربیت» سے ہے، جس کا معنی ہے اصلاح کرنا اور دیگر امورکا خیال کرنا۔

ہروی کہتے ہیں کہ :جب کوئی شخص کسی کام یاچیزمکمل کرے تو کہتے ہیں کہ : اس کی تربیت کی ہے، لفظ "ربانیون" اسی سے منقول ہے، جو ان لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کتاب میں مشغول ہوتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

لفظ"ربّ" کے مختلف معنی ہیں ، جیسے : مالک، مصلح، معبود، سردار اور حکمران.

(c) ketabton.com: The Digital Library

(صفوة التفاسیر)۔
«ربّ» اس ذات کو کہتے ہیں جو کسی چیز کی ملکیت بھی رکھتا ہو اور اس کی پرورش اور نشوونما بھی کرتا ہو، اللہ تعالیٰ حقیقی معنوں میں کائنات کا مالک، مدبر، اور پروردگار ہے، وہی ہر چیز کو اس کے مقرر کردہ راستے پر لے کر چلتا ہے اور اس کی رہنمائی کرتا ہے۔

«اَلْعَالَمِینَ»: دنیا اور اس میں بسنے والے یعنی: خالق کی تمام تخلیق ، العالم: یہ آلہ کا نام ہے ، یعنی: ہر وہ چیزجس سے اللہ کی پہچان ہوتی ہے، تغلیبًا یہ جمع مذکرسالم کی صورت میں (ین) کے ساتھ ذکر کیاگیاہے، (فرقان)

حمد کا مفہوم: یہ مدح اور شکر کے مفہوم کا مرکب ہے ، انسان جمال و کمال اور خو بصورتی کے مقابلے میں تعریف، اور دوسروں کی طرف سے کی گئی خدمت ،نعمت اور احسان کے مقابلے میں شکریہ اداکرتاہے، خداتعالی اپنے کمال اورجمال کی وجہ سے حمد یعنی تعریف کا مستحق ہے ، اور اپنی نعمتوں اور احسان کی وجہ سے شکر کا۔

«الحمد للہ» کہنا خدا تعالٰی کا سب سے بہترین شکر اور تعریف کا طریقہ ہے، جوکوئی بھی اورکسی بھی زبان میں کہیں بھی کسی کمال اور خوبصورتی کی تعریف کرتاہے در اصل وہ اس کے ماخذ یعنی اللہ کی تعریف کرتاہے۔

البتہ مخلوق کی شکرگزاری کرنا خداکی تعریف اورشکر سے متصادم نہیں ہے، بشرطیکہ یہ خدا کے متعین کردہ راستے اور اس کے حکم کے مطابق ہو۔

تفسیر:

قرآن کریم میں سورہ فاتحہ کے علاوہ کئی سورتیں اوربھی ہیں جو لفظ الحمد سے شرع ہوتی ہیں، جیسے: الانعام، کہف، سبا اور فاطر، سورۃ الفاتحہ میں الحمد کے ساتھ "رَبِّ الْعَالَمِینَ" کا ذکر کیا گیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِینَ:

یعنی :اے میرے بندو! جب بھی میری تعریف اورشکر ادا کرنا چاہوتوکہدو : « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ»

میرے احسان کے بدلے میں شکر ادا کرو اور میری عظمت اور کبریائی کا اعتراف کرو، جان لوکہ میں ہی وہ رب ہوں جو تمام مخلوقات اور کائنات کا خالق اور اکیلا پرورش کرنے والا ہے۔

وہ ایسا پروردگار ہے جس نے انسان کو پیدا فرمایا اور زق دیاہے، اپنے دوستوں کو ایمان ، علم اور خصوصیات کی ترتیب سے درجات عطافرمائے ہیں، صرف وہی شکر اور تعریف کا مستحق ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالی جو دوسروں سے بے نیاز ہے اور مکمل طورپر مطلق بے نیاز ہے، جبکہ اس کے علاوہ جتنے بھی ہیں وہ سب اللہ کے درکے محتاج اور اس کے آگے فقیر ہیں ۔

حمد کا مطلب ہے تعریف اور شکر، جوکہ زبان کے ساتھ فضیلت دینے کے لیے کہاجاتاہے، حمد کا تعلق صرف زبان کے ساتھ ہے، جبکہ شکر زبان ، دل اور جسم کے تمام اعضاء کے ساتھ اداکیاجاتاہے ، دوسری بات یہ ہے کہ شکر نعمت کے مقابلے میں ہوتاہے ، لیکن حمد یا تعریف قابل تعریف ذات کے کمال کے لیے ہوتاہے، یعنی

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس کی تعریف کی جائے گی اگرچہ نعمت کے مقابلےمیں ہویا نہ ہو۔
دوسری بات یہ ہے کہ حمد وہ تعریف ہے جو اس کےلیے کی جائے گی جس سے محبت ہو اورجس کی تعظیم مقصودہو، اگر محبت اور تعظیم کی بنیاد پر نہ ہو تو وہ حمد نہیں کہلائے گی، اس لیے حق تعالی کے لیے ہمیشہ حمد کا لفظ استعمال کیا جاتاہے، جبکہ لفظ "مدح" رب تعالی کےلیے اس وقت استعمال ہوگا کہ اس میں محبت اور تعظیم کا معنی مد نظر رکھیں، پس حمد و ثناء محبت وتعظیم کی رو سے صفات کمال کے ساتھ تعریف ہے اس ذات کےلیے، یہاں لفظ حمد (ال) الف لام استغراقی ہے جو تمام محامد اور تعریفات کو شامل ہے، پس تمام تعریفات اللہ کے لیے لائق و زیبا ہیں جو قابل حمدہے ، اس لیے جب بھی آپ ؐ کو خوشی اور غمی ملتی تو آپؐ فرماتے : "الحمدللہ علی کل حال"صحیح، سنن ابن ماجه(3803) شعب الإیمان ، بیهقی (4065) البانی نے تخریج الکلم الطیب (140) میں اسے حسن کہاہے۔
" حمد وثناءاس اللہ کےلیے ہی ہے جس کی نعمتوں کی بدولت ہی تمام نیکیاں تکمیل پاتی ہیں" ہرحال میں حمد وثناء خدا کےلیے لائق ہے۔

رب:

به معنی پروردگار، مالک، سرور، سالار، مصلح، مدبر اورمعبود؛ خداتعالی کے اسماء میں سے ہے ، جبکہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے بغیر قید و اضافت کے اس کا استعمال نہیں ہوتا، جیساکہ کہاجائےگا: "هذا الرجل رب المنزل" یہ آدمی اس گھر کا رب "مالک" ہے، "الْعٰلَمِیْنَ" جمع عالم ، اس سے مراد ہروہ چیزہے جو اللہ کے علاوہ ہو، بعض کا کہناہے کہ عالم سے مراد تمام وہ موجودات ہیں جو عاقل ہوں، ان میں صرف انسان، جن ، فرشتے اور شیاطین شامل ہیں، اس تعریف کے مطابق چوپایوں اور جانوروں کو عالم نہیں کہاجائے گا۔
«عالمین» سے مراد یا تو فقط انسان ہیں ، جیسے سورہ حجرکی آیت 70 میں قوم لوط نے حضرت سے کہا:"أَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعَالَمِينَ" کیا ہم نے تجھے لوگوں کے ساتھ ملاقات سے منع نہیں کیاتھا؟، یا مراد دنیا کے تمام عوالم ہیں۔
"عالم" بہ معنی مخلوقات، اور "عالمین" تمام مخلوقات کے لیے بھی استعمال کیاگیاہے، اس آیت سے معلوم ہوتاہے کہ تمام موجودات کا ایک ہی پروردگار پیدا کرنے والاہے ، دور جاہلیت میں بعض لوگوں کا جواعتقاد تھا کہ ہرموجود شئ کے لیے الگ الگ خدا ہے، وہی اس کا مدبر اور اس چیز کا پالنے والاہے یہ عقیدہ باطل ہے،(تفسیرنور)۔
«العالمین» کا مطلب ہے تمام مخلوقات، اس میں اللہ کے علاوہ ہر وہ چیز شامل ہے جو دنیا میں موجود ہے، لفظ (العالم:جہاں) یہ لفظ جمع ہے، عبارت میں مفردکی صورت میں استعمال نہیں ہوتا، (العوالم) وہ تمام مخلوقات جو آسمان ، زمین سمندر اور خشکی میں ہیں ، چنانچہ اس لحاظ سے انسان ایک عالم ہے، جنات الگ عالم ہے، فرشتے الگ عالم ہے (ان سب عوالم کےلیے العلمین کہاگیاہے) ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بشر بن عمارہؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ " تمام تعریفات اور شکر اس اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں ، زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ موجود ہے، چاہے ہمیں اس کا علم ہو یا نہ ہو ان سب کا خالق ہے۔

«الحمدللہ کہنے کے مواقع»

1 - کھانے اور پینے کے بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"إِنَّ اللهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا"(مسلم و غیرہ)"اللہ اس بندے سے راضی ہوتا ہے جو ایک لقمہ کھانے کے بعد یا ایک گھونٹ پینے پر اللہ کا شکر ادا کرے" ۔

"مَنْ أَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هٰذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلاَ قُوَّةٍ. غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"(ترمذی و غیرہ) ترجمہ: جس نے کھانا کھانے کی بعد یہ دعاپڑھی:تما تعریفیں اللہ ہی کےلیےہے، جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا، اور یہی کھانا مجھے عطایا فرمایا میری طرف سے کسی کوشش اور کسی طاقت کے بغیر، تو اس کےگزشتہ سارے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں ۔

2 - سوتے وقت کی دعا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ کرتے تو فرماتے:"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ كَفَانَا وَآوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لاَ كَافِيَ لَهُ وَلاَ مُؤْوِيَ"(مسلم) ترجمہ:"تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، کفایت کی، اور ٹھکانا دیا، کتنے ایسے لوگ ہیں جنہیں نہ کفایت حاصل ہے اور نہ ٹھکانہ میسر ہے"۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم اپنے بستر پر جاؤ، تو 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ، اور 34 مرتبہ اللہ اکبر کہو" (بخاری)۔

3 - نیند سے جاگنے کی دعا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے لگتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار کے نیچے رکھ کر فرماتے:"بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ أَحْيَا وَأَمُوْتُ"اے اللہ، تیرے نام کے ساتھ میں جیتا ہوں اور مرتا ہوں"۔

اور جب جاگتے تو فرماتے:"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ"."تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا، اور اسی کی طرف لوٹنا ہے" (بخاری)۔

4 - چھینک آنے کے بعد کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو "الحمدللہ" کہے، اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

سننے والا "یرحمك الله "کہے، پھر چھینکنے والا جواب میں کہے": یھدیکم الله ویصلح بالکم "(الله تمہیں ہدایت دے اورتمہارے حالات درست کرے)" (بخاری وغیرہ)۔

5 - معذور شخص کو دیکھنے کی دعا

نبی کریم صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ رَأَىٰ مُبْتَلًى فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا لَمْ يُصِبْهُ ذَٰلِكَ الْبَلَاءُ"(ترمذی)"جو شخص کسی بیمار یا معذور کو دیکھے تو یہ دعا کرے: تمام تعریفیں اس الله کے لیے ہیں جس نے مجھے اس آزمائش سے محفوظ رکھا جس سے تیری آزمائش کی اور مجھےبہت سی مخلوقات پر فضیلت دی ، توالله اسے اس آزمائش سے محفوظ رکھتا ہے" ۔

6 - رکوع سے اٹھنے کے بعدکی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی الله عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: "جب امام کہے "سمع الله لمن حمده" تو تم کہو "ربنا ولك الحمد" جس کے یہ الفاظ فرشتوں کے ساتھ موافق ہوگئے، الله اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا" (متفق علیہ)۔

7 - نماز کے بعد کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی الله عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا:"جو شخص فرض نماز کے بعد 33 مرتبہ سبحان الله، 33 مرتبہ الحمد لله، اور 33 مرتبہ الله اکبر کہے اور آخر میں کہے: "لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"الله تعالٰی اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا، چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں" (مسلم)۔

8 - رات کے وقت جاگنے کی دعا

نبی کریم صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: "جو رات کو جاگے تو یہ دعا پڑھے:

"لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ" ، اور اس کے بعد کہے:"اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي"، تو اس کی دعا قبول ہوگی، اور اگر وضو کرکے نماز پڑھے تو اس کی نماز بھی قبول ہوگی" (بخاری وغیرہ)۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۳	بڑا مہربان نہایت رحم والاہے

تفسیر

"الرحمن"اور"الرحیم" یہ دونوں لفظ "رحمت"سے (مبالغہ) کے صیغے ہیں، "رحمن" میں مبالغہ "رحیم" سے زیادہ ہے، لیکن "رحمن" عمومی اور وسیع ہے، جبکہ "رحیم" زیادہ خاص ہے، اس لیے بعض کہتے ہیں کہ:"رحمن" کی رحمت دنیا اور آخرت میں سب کے لیے عام ہے، جبکہ"رحیم" کی رحمت خاص طور پر ایمان والوں کے لیے آخرت میں ہوگی۔

ابن جریر طبری فرماتے ہیں: "الله اپنی تمام مخلوقات پر رحمان اور ایمان والوں پر رحیم ہے "

(c) ketabton.com: The Digital Library

البتہ "رحمن" کا اسم عام اور جامع ہے "رحیم" کے مقابلے میں کہ یہ خاص ہے، یعنی : اللہ تعالی خاص رحمت والاہے اور اس کی خاص رحمت مؤمنوں کے لیے ہے ، جبکہ اس کی جامع رحمت تمام چیزوں کو شامل ہے، اس لیے اسم "الرحمن" کا اطلاق صرف اللہ تعالی کےلیے ہوتاہے ، دوسروں کےلیے یہ نام نہ رکھاجائے۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہوکہ: "الرحمن" میں رحمت جامع ہے ، کیونکہ یہ (فعلان) کے وزن پر آیاہے جو وسعت اور جامعیت کی دلیل ہے ، "الرحیم" رحمت پہنچانے والا اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے، یہ (فعیل) کے وزن پر آیاہے جو وقوع فعل کی دلیل ہے ، "الرحمن" خداتعالی کی صفت ذات ہے، اسی طرح "الرحیم" اس کے فعل پر دلالت کرتاہے جس پر رحمت کرنے ہو اس تک رحمت کا پہچاناہے۔

اللہ تعالی نے جس رحمت کےساتھ خود کو متصف کیاہے وہ حقیقی رحمت ہے جو اس کے شایان شان ہے ، مخلوق کی رحمت کے ساتھ اس کی کوئی مماثلت اور مشابہت نہیں ہے، اور اس کو انعام یا انعام کے ارادے سے تعبیرکرنا درست نہیں ہے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۝۴	مالک ہے روزِ جزا کا

«مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ» یعنی: اللہ تعالی پاک اور منزہ ہے ، روز قیامت کا مالک اور حاکم ہے، جس طرح چاہے ہر چیزکی گرفت کرلیتاہے، قیامت کے دن اللہ اپنی مکمل بادشاہت اور حکمرانی اپنے بندوں پر ظاہر کرے گا، جب کوئی کسی دوسرے کے لیے کچھ نہیں کر سکے گا، اللہ تعالی روز جزاء اور تمام مظاہر کا مالک ہے۔

جملہ "یوم الدین" کی تفسیر و بیان میں ان آیات میں ہے :" ثُمَّ مَآ أَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ(١٨) يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ"(١٩)[الإنفطار: 18-19]."اس دن کے عظمت کو کیسے جانوگے، اس دن کوئی کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکے گا، اور سارا اختیار اللہ کے لیے ہوگا" (الانفطار: 18-19)۔

اس آیت میں "ملک" کا اضافہ "دین" کے ساتھ کیا گیا ہے، اور "یوم الدین" سے مراد قیامت کا دن ہے، وہ دن جب انسانوں کو ان کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ، اس دن اللہ تعالیٰ کی بادشاہی، عدل اور حکمت کی حقیقت نمایاں ہو جائے گی، اور مخلوقات کی جھوٹی بادشاہتیں بھی لوگوں کے سامنے ظاہر ہوجائیں گی، اس دن تمام بادشاہ اور رعایا برابر ہوں گے، اور سب اللہ کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے، ہر شخص اللہ کے انصاف کا منتظر ہوگا، اس کے ثواب کی امید رکھے گا اور اس کے عذاب سے خوفزدہ ہوگا، لہٰذا، ضروری ہے کہ ہم اس دن کو ہمیشہ یاد رکھیں اور اس کی تیاری کریں۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: "عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لیے تیاری کرے"۔

"مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" اور "مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ"، دونوں قراءتیں درست ہیں اور قراء سبعہ کے ہاں متواتر ہیں، اس آیت میں اللہ کے قیامت کے دن کا مالک ہونے کا ذکر، اللہ کے دنیا کے مالک ہونے کی نفی نہیں کرتا، درحقیقت، اللہ دنیا اور آخرت دونوں کا مالک ہے، جیساکہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اللہ تمام جہانوں کا خالق اور مالک ہے، اور یہ ملکیت دنیا اور آخرت دونوں میں عام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:" یوم الدین" وہ دن ہے جب مخلوق کا حساب لیا جائے گا، جو نیک اعمال کرے گا، اسے نیکی کا بدلہ دیا جائے گا، اور جو برے اعمال کرے گا، اسے سزا دی جائے گی، سوائے ان کے جنہیں اللہ کی بخشش نصیب ہو"۔

مشہور مفسر ابو القاسم ضحاک بن مزاحمؒ (متوفی 105 ہ-ق) فرماتے ہیں کہ: قیامت کے دن کوئی بھی دنیا کی طرح بادشاہت اور حکمرانی کی طاقت نہیں رکھے گا، اور اس دن تمام ملکیت، حاکمیت اور بادشاہت صرف اللہ کی ہوگی۔

"یوم الدین"سوال و جواب کا وہ دن جب انسانوں سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا، اور یہ قیامت کا دن ہے، جس میں نیک اعمال کرنے والوں کو اچھا بدلہ اور برے اعمال کرنے والوں کو بہت دردناک سزا دی جائے گی، سوائے ان کے جنہیں اللہ اپنی رحمت سے معاف کر دے،لہٰذا، اے ہمارے پروردگار، جو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے، ہماری مغفرت فرما اور ہمیں اپنی رحمت سے نواز،(یہ بات نسیب الرفاعی نے مختصر تفسیر ابن کثیر میں بیان کی ہے)۔

مفسر قتادہؒ فرماتے ہیں:"یوم الدین" وہ دن ہے جب اللہ اپنے بندوں کو ان کے اعمال کی جزا یا سزا دے گا"۔

مفتی محمد شفیع عثمانی اپنی تفسیر "معارف القرآن" میں فرماتے ہیں: انسان کی زندگی تین حالتوں پر مشتمل ہے: ماضی، حال، اورمستقبل،پہلی دو آیات، "الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم"، ہمیں یہ سبق دیتی ہیں کہ انسان ماضی اور حال دونوں میں اللہ کا محتاج ہے، چونکہ ماضی میں اللہ نے انسان کو پیدا کیا، اسے خوبصورت جسم، عقل، اور شعور دیا۔ حال میں وہی اللہ اس کی پرورش کر رہا ہے۔"مالک یوم الدین" ہمیں یہ بتاتا ہے کہ مستقبل میں، قیامت کے دن، بھی انسان اللہ ہی کا محتاج ہوگا۔ اس دن کوئی مددگار یا سہارا اللہ کے سوا نہیں ہوگا۔

جب ان تین آیات سے واضح ہوتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کے ہر دور میں اللہ کا محتاج ہے، تو اس حقیقت کی روشنی میں، عقل اور فطرت یہی تقاضا کرتی ہے کہ عبادت صرف اللہ ہی کے لیے کی جائے، عبادت کا مطلب ہے عاجزی اور انتہائی تعظیم کا اظہار، اور یہ صرف اللہ کی ذات کے لیے مناسب ہے۔

اسی لیے عقلمند انسان کوبھی یہ فریادکرنا چاہیےکہ:"اے اللہ! میں صرف تیری بندگی کرتا ہوں!اور "ایاك نستعین" (صرف تجھ سے ہی مدد مانگتاہوں) یہی فطری تقاضا بیان ہوا ہے؛ کیونکہ انسان کی تمام ضروریات کو پورا کرنے والا صرف اللہ ہے، اس لیے مدد بھی صرف اسی سے مانگنی چاہیے۔(روح البیان)

مالک :

«مالک»اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک ہے۔

شیخ ابن قیم الجوزیہ کی کتاب "مدارج السالکین" میں لکھا ہے کہ: سورہ فاتحہ میں اللہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے پانچ نام ذکر کیے گئے ہیں:

اول: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اللہ)

دوم: رَبِّ یا رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (رب)

سوم: الرَّحْمٰنِ

چھارم: الرَّحِيْمِ

پنجم: مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ.

اور غور وفکر کے بعد ہمیں معلوم ہوتاہے کہ تمام اسمائے الٰہی معنی کے لحاظ سے ان (5)پانچ ناموں سے ماخوذ ہیں، کیونکہ جیساکہ ہم نے کہا ، خدا کے نام یا تو عظمت اور جلال کے معنی پر یا حسن و جمال کے معنی پر دلالت کرتے ہیں ، یا یہ کہ وہ خدا کی ربوبیت یا الوہیت کا معنی دیتے ہیں ۔

خداتعالی کی ربوبیت اس سورہ میں دو آیتوں میں "رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" اور "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" میں بیان کی گئی ہے، "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" میں اللہ کی ہیبت اور خشیت کو بھی بیان کیاگیا ہے، کیونکہ یہ آیت خدا کی بڑائی اور اس سے ڈرنے کا سبب بنتی ہے ۔

اسی طرح صفت جمال"الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" میں اور صفت الوہیت"اللہ" کے نام میں، جو اللہ کا سب سے بڑا اور جامع نام ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝	ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اورتجھی سے مدد مانگتے ہیں

«اے اللہ! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور (تمام معاملات میں) صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں»۔

یہ آیت اللہ کی وحدانیت، عبودیت، اور توکل کی بہترین عکاسی کرتی ہے، عبادت اور مدد دونوں میں اللہ کے سوا کسی کو شریک کرنا جائز نہیں، یہ آیت ہمیں اپنے تمام معاملات میں اللہ پر مکمل بھروسہ کرنے اور صرف اسی سے مانگنے کا سبق دیتی ہے۔

تفسیر:

انسانی عقل کا تقاضاتو یہ ہےکہ اپنے عظیم پروردگار کی بندگی قبول کرے، اس لیے کہ ہم انسان درجہ کمال کے متلاشی ہیں اور ترقی و پرورش کے محتاج ہیں، اور اللہ وہ ذات ہے جو تمام کمالات اور کائنات کا رب ہے، تو وہی درجہ کمال عطاکرسکتاہے، اگر ہم محبت اور مہربانی کے محتاج ہیں ، تو اللہ رحمن اور رحیم ہے (مہربان محبت دینے والا)، اگر ہم مستقبل کے بارے میں فکرمند ہیں، تو وہی قیامت کے دن کا مالک ہے۔ پھر ہم دوسروں کی طرف کیوں جائیں؟عقل سلیم یہی کہتی ہے کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اسی سے مدد طلب کریں، نہ کہ اپنی خواہشات کے غلام بنیں اور نہ ہی دوسروں کے مال اور طاقت کے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ: حق تعالی کے سامنے بندوں کا اپنی کوتاہی کا اعترف کرنے کی بناپر "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" کو جمع کے صیغے میں ذکر کیا گیا، تاکہ وہ اللہ جوبادشاہوں کا بادشاہ ہے ،اپنی عظمت اور بندے کی عاجزی کو واضح کرے،جس وقت

(c) ketabton.com: The Digital Library

بندہ اللہ کے حضور کھڑاہوتاہے توکہتاہے: میں خود کو اکیلا کھڑے ہونے کے لائق نہیں سمجھتا، بلکہ وہ تمام ایمان والوں کے ساتھ مل کر کہتا ہے:" اے اللہ! ہماری دعائیں قبول فرما! ہم سب تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں".

«إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ »

ہماری تمام عبادتیں اور نیک اعمال، اے اللہ، صرف تیرے لیے ہیں، ضمیر «إیاک» فعل سے پہلے لانے کا مطلب یہ ہے کہ عبادت اور مدد صرف اللہ کے لیے خاص ہیں، اے خدا! ہماری عبادات تیرے لیے خاص ہیں، اور تیرا حق ہم پر یہ ہے کہ ہم صرف تیری عبادت کریں ، تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں ، لیکن ایسا کرنا تیری مدد اور توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہے، اس لیے خالص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، عبادت سے مراد وہ تمام اعمال و اقوال ہیں جو اللہ کو پسند ہیں، اور استعانت (مدد مانگنا) سے مراد رب پربھروسہ کے ساتھ تمام خوبیوں کو حاصل کرنا اور برائیوں کو رفع کرنا۔ (تفسیرمسیر)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ "إِيَّاكَ نَعْبُدُ"کی تفسیرمیں فرماتے ہیں: اے پروردگار! ہم صرف اکیلے تجھے ہی پکارتےہیں،اور صرف تجھ ہی سے ڈرتے ہیں اور اپنے تمام معاملات میں تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں".
مفسر قتادہ فرماتے ہیں:"اللہ نے اس آیت کے ذریعے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی عبادت کو صرف اسی کے لیے خالص رکھیں اور تمام امور میں اسی سے مدد طلب کریں"۔
مصنف تفہیم القرآن لکھتے ہیں:" إِيَّاكَ نَعْبُدُ"(ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں) عربی زبان میں لفظ"عبادت" تین معنی رکھتا ہے:(1) پرستش اور دعا، (2) اطاعت اور فرمانبرداری، (3) غلامی اور بندگی،
یہاں تینوں معنی مراد ہیں، ہم صرف تیرے پرستار، تیرے فرمانبردار، اور تیرے غلام ہیں، یہ رشتہ ہمارا صرف تیرے ساتھ ہے، اور ان معنوں میں ہم کسی کو اپنا معبود نہیں مانتے۔
«وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ»(اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں)یعنی ہمارا تعلق تیرے ساتھ صرف عبادت کا نہیں ہے، بلکہ ہم اپنے تمام معاملات میں صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ تو ہی تمام جہانوں کا رب ہے اور تمام قوت اور طاقت تیرے پاس ہی ہے اور تو ہی تمام نعمتوں کا مالک ہے، اس لیے ہم اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کے لیےصرف تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔
شیخ جمیل زینو سورہ فاتحہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:"إِيَّاكَ" ایسا مفعول ہے جو کہ فعل پر مقدم ہے، لغت عرب میں جب بھی مفعول فعل پر مقدم آجائے تو حصر کا فائدہ دیتاہے، یعنی: فعل کے معنی کو مفعول میں محدود کردیتاہے، اور یہ بتاتاہے کہ بات کرنے والا اور دعا کرنے والا واضح کردیتاہے کہ کس کے سامنے کھڑاہے ۔
«إِيَّاكَ نَعْبُدُ» یعنی ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں،یہ بندگی اور اطاعت کی انتہاہے،بندگی اصطلاح عام میں بمعنی: فرمانبرداری ، اطاعت گزاری ہوتاہے، عربی میں کہتے ہیں (طریق معبد:قابل تسخیرراستہ) یا (بعیرمعبد:گھریلو

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور سدھاہوا اونٹ) شرعی اعتبار سے بندگی کا مطلب یہ ہے کہ محبت، اطاعت، اور خوف کے تمام جذبات اللہ کے لیے مختص ہوں، یعنی انسان صرف اللہ سے ڈرے، اس کی اطاعت کرے، اور اللہ اور اس کے دوستوں سے محبت رکھے۔

بعض علمائے سلف فرماتے ہیں کہ:"الفاتحة سرّ القرآن وسرها هذه الكلمة: إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ

" سورہ فاتحہ قرآن کا راز ہے اور سورہؑ فاتحہ کا راز یہ الفاظ ہیں: "إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ"۔

الف: (إِيَّاكَ نَعْبُدُ) یہ اس بات کا اظہار ہے کہ بندہ اللہ کی عبادت کو ہر قسم کے شرک سے پاک رکھے گا اور خالصتاً اللہ کی بندگی کرےگا۔

ب: (وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ) یہ بندے کا خود کو پابند کرناہے کہ وہ اللہ پر مکمل بھروسہ کرے گا، غیر اللہ پر اپنے امور نہ چھوڑے گا اوراس پراعتماد نہ کرےگا ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"إِيَّاكَ نَعْبُدُ " کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ کو ہی اپنا معبود مانتے ہیں، اسی سے ڈرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں، اور اپنی امیدیں اسی سے وابستہ رکھتے ہیں۔

"إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی عبادت میں بھی صرف اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور ہر کام میں اس کے فرمانبردار رہتے ہیں۔

اللہ نے "إِيَّاكَ نَعْبُدُ " کو"إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ " سے پہلے ذکر کیا؛ کیونکہ بندگی اصل مقصد ہے، اور مدد طلب کرنا اس بندگی کو مکمل کرنے کا ذریعہ ہے۔(تفسیر ابن کثیر- تفسیر سورہ فاتحہ جلد اول)

ابن قیم الجوزیہ اپنی کتاب مدارج السالکین میں فرماتے ہیں:"إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" میں تخلیق، ادیان، آسمانی کتابوں، اور دنیا و آخرت کے تمام اجر و ثواب کا خلاصہ موجود ہے، بندگی اور توحید کی بنیاد بھی اسی آیت پر ہے، حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ اللہ نے 104 آسمانی کتابیں نازل کیں، جن کا خلاصہ تورات اور انجیل میں جمع کیا، پھر ان دونوں کا خلاصہ قرآن میں، اورقرآن کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں، اورسورہ فاتحہ کا خلاصہ اس آیت میں ہے"إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" ۔

معزز قاری ! "نَعْبُدُ نَسْتَعِينُ " ایک خاص خوبصورتی کے ساتھ ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ پہلے اللہ تعالی کی بندگی کی جائے، پھر پروردگار کی ذات اقدس سے اپنی حاجت مانگی جائے ، واضح ہے کہ بندگی صرف اور صرف اللہ کےلیے ہی جائزہے دوسروں کے لیے نہیں ۔

اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (٦)	ہمیں سیدھے راستے پر چلا

تفسیر :

"اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ "اے اللہ! اپنے دین کے واضح اور درست راستے کی طرف ہماری

(c) ketabton.com: The Digital Library

رہنمائی فرما، وہ راستہ جوتیرے آخری نبی جناب محمدصلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیاہے، اور ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جو تیرے احکام کی پیروی کرتے ہیں اور تیری رضا حاصل کرتے ہیں"۔
ہدایت کے معنی ہیں: رہنمائی، ارشاد، اور توفیق دینا، جو شخص پہلے سے ہدایت یافتہ ہے، اس کا ہدایت مانگنا اس بات کی درخواست ہے کہ اللہ اس کی رہنمائی اور بڑھائے، جیسا کہ اللہ فرماتا ہے: وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ "(محمد: 17)" اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں، اللہ ان کی ہدایت میں اضافہ کرتا ہے اور ان کی پرہیزگاری بڑھاتا ہے."

«الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ»

صراط مستقیم لغت میں ایسے راستے کوکہتے ہیں جو صاف اور سیدھا ہو، جس میں کسی قسم کی کجی یا پیچیدگی نہ ہو، یہاں صراط مستقیم سے مراد اسلام کا سیدھا راستہ ہے۔
مسند احمد (17634)اورسنن ترمذی (٢٨٥٩) نواس بن سمعان ؓسے روایت کرتے ہیں کہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ تعالی صراط مستقیم کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "صراط کے دونوں طرف دیواریں ہیں جن میں دروازے ہیں، اور ان دروازوں پر پردے لٹک رہے ہیں، ایک داعی صراط کے سرے سے لوگوں کو کہتا ہے:اے لوگو! اس راستے پر چلو اور مت بھٹکو، جب کوئی شخص ان دروازوں میں سے کسی ایک کو کھولنا چاہتا ہے تو اس سے کہاجاتاہے: خبردار! اسے مت کھولو، ورنہ تم اس میں داخل ہو جاؤ گے " اس لیے کہ صراط مستقیم اسلام کا سیدھا راستہ ہے، دیواریں اللہ کے مقررکردہ حدود ہیں، دروازے ممنوعات ہیں، راستے میں آواز دینے والا داعی کتاب اللہ اور صراط پر جو داعی ہے وہ خدا کی طرف سے ہرمسلمان دل کاواعظ ہے۔ (اس حدیث کو امام البانی نے اپنی صحیح الجامع (3887) میں صحیح قراردیاہے)۔
صراط مستقیم اسلام کا وہ چمکتا راستہ ہے جس میں کوئی کجی یا پیچیدگی نہیں ہے، اور وہ راستہ ہے جس پر اللہ تعالی نے تمام انبیاءکرام ؑ کومبعوث فرمایا، جن کا اختتام کو آپﷺکی رسالت کو قراردیا،کہاگیاہےکہ یہ وہ راستہ ہے جو انسان کو دنیا اور آخرت کی کامیابی کی طرف لے جاتا ہے، اس میں عقائد، اعمال، اخلاق، اور آداب شامل ہیں۔
«اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ» اس آیت میں "ہدایت" کے معنی میں دوام موجود ہے، یعنی یہ دعا کی جا رہی ہے کہ اللہ ہمیں انبیاء، اولیاء اور صالحین کے راستے پر اقوال و احوال و اخلاق میں قائم رکھے، جو اعتدال اور میانہ روی کا راستہ ہے، جس میں افراط وتفریط کی گنجائش نہیں، یا دین اسلام اور سنتِ نبوی کی پیروی کے ساتھ زبان،عمل، اور دل میں استقامت پیدا ہو، کیونکہ یہی تینوں چیزیں ایک مخلص شخص کی استقامت کو مکمل کرتی ہیں۔
امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امتِ مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ "الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" ایسا سیدھا اور واضح راستہ جس میں کسی قسم کی کجی یا انحراف نہیں، یہ مسئلہ تمام عربوں کے سامنے ثابت ہوچکاہے۔
امام طبری نے کہا:اس آیت کےبارے میں جس قول کو میں راجح سمجھتاہوں وہ یہ ہے

(c) ketabton.com: The Digital Library

کہ:" یا اللہ! ہمیں اس راستے پرقائم اور ثابت قدم رکھ جو تیرا پسندیدہ ہے، جس پر عمل کرنے کا تو نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے، ہمیں ان نعمتوں سے نواز دے جو تونے اپنے نیک بندوں پر کی ہیں اور اپنی رحمت ہم سے نہ روک، یہ وہی"الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" سیدھا راستہ ہے، اس لیے ہر وہ شخص جسے خدا تابعدار بناتاہے ، اس تسلیم وہدایت کی طرف اس کی رہنمائی کرتاہے جس پر انبیائے کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین گامزن رہے" چنانچہ یہ انسان دین اسلام ، انبیائے کرام ؑ کی تصدیق ، قرآن کو تھامے رکھنے والا ہوتاہے اور ہراس چیزپرعمل کرنے والاہوتاہے جس کا اسے حکم دیاگیاہے، اور تمام منہیات سے اجتناب کرتاہے ، پیغمبرﷺ، خلفاء راشدین اور ایمان والوں کے راستے کی پیروی پر خداتعالی اس کو ثابت قدم رکھتاہے، یہ تمام صورتیں "صراط مستقیم" یعنی سیدھا راستہ ہے ۔

اللہ کی تعریف اور حمد کے بعد ہمیں سورہ فاتحہ کے ذریعہ ہی دعاکرنی چاہیے ،جیسا کہ حدیث قدسی میں آتا ہے:" فنصفها لعبدی ولعبدی ما سأل"،"سورہ فاتحہ کا نصف حصہ میرے بندے کے لیے ہے، اور جو کچھ وہ مانگے گا، وہ اسے ملے گا"،یہ دعا کرنے والے کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے اللہ کی حمد و ثنا کرے، پھر اپنے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے دعا کرے: "إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ"،"اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا"، آیت اس بات کی دلیل ہے کہ دعا میں اللہ کے اسماء و صفات اور اعمال صالحہ کے ذریعے توسل جائز ہے۔

دعا کے آداب :

سب سےپہلے اللہ کی حمد و ثنا کی جائے، اور اس کی بڑائی بیان کی جائے ، پھر ان اسماء وصفات کا وسیلہ پیش کیا جائے جیسے: "رب العالمین، الرحمن الرحیم، مالک یوم الدین"، پھران اعمال صالحہ کے بعد اللہ کو اس کی عبادت اور مدد طلب کرنے میں واحد اور یکتا تسلیم کیا جائے، اور ان سب باتوں کو رب کے دربار میں پیش کرنے کے بعد اپنے لیے اور مسلمان بھائیوں کے لیے ہدایت طلب کرے اور دعاکرنا شروع کرے: "اے اللہ! ہمیں سیدھے راستےیعنی: حقیقی اسلام کی طرف ہدایت عطا فرما،وہ اسلام جو ہر قسم کے عیوب ونقائص اور خرافات سے دور اور پاک ہے ، اوریہ وہ راستہ ہے جو اللہ کو پسندہے اور اس کی رضا کے مطابق ہے، اور نبی کریم ﷺ اس کے پہنچانے والے اور بیان کرنے والےہیں۔

اگرمسلمان قرآن کریم کی آیات کی طرف نگاہ دوڑائیں تو دیکھیں گے کہ تمام آیات جو اللہ سے مانگنے اور دعاکرنے کے بارے میں ہیں ان سب میں توسل (اللہ کا قرب حاصل کرنا) سے بحث کی گئی ہے ، جیسے اللہ تعالی کی ذات کا وسیلہ ، یا اللہ کے اسماء وصفات کا ، اور کبھی اپنے اعمال صالحہ ، یا زندہ انسان کی دعا، اور دعا کرنے کے آداب بیان کرتاہے کہ انسان پہلے خداکی حمد وثناء بیان کرے ، پھر ان مشروع طریقوں میں سے کسی ایک کو وسیلہ بناکر خداتعالی کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے، اورپھر دعا کی صورت میں اپنی ضروریات اورحاجات اللہ تعالی کے حضورپیش کرے.

ہدایت:

ہدایت : سے مراد، رہنمائی اور دلیل ہے، ہدایت دو بنیادی اقسام پر مشتمل ہے:

(c) ketabton.com: The Digital Library

اول: رہنمائی:یہ رہنمائی حق کی طرف ہے، یہ وہ علم نافع ہے جو انسان کو حق کی پہچان عطا کرتا ہے ، یہ ہدایت اللہ کی طرف سے، انبیاء، علماء اور داعیان حق کے ذریعے حاصل ہوتی ہے،اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَٰهُمْ "[فصلت: 17]"اورقوم ثمودکو ہم نے رہنمائی دی"،"وَإِنَّكَ لَتَهْدِىٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ " [الشورى: 52]" اور بے شک آپ (ﷺ) سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں"،   "وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا"[السجدة: 24]"اور ہم نے ان میں ایسے امام بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے"۔

دوم: ہدایت سے مرادہے توفیق وعمل:اس سے مرادحق کو قبول کرنا اور اس پرعمل کرناہے، یہ ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کی جاتی ہے کسی اور کے اختیارمیں نہیں،جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:" مَن يَهْدِ ٱللَّهُ فَهُوَ ٱلْمُهْتَدِى"[الأعراف: 178]" اللہ جس کو ہدایت دیتا ہے، وہی ہدایت یافتہ ہے"۔ اس لیے ایسی ہدایت کی اللہ نے اپنے غیر سے نفی کی ہے :" إِنَّكَ لَا تَهْدِى مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِى مَن يَشَآءُ" [القصص: 56])"اے نبی! آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے" ۔

ہدایت ارشاد، ہدایت توفیق پر مقدم ہے، یہاں ہدایت کی دونوں اقسام مطلوب ہیں ، نماز میں بندہ اللہ سے ہدایت ارشاد یعنی علم نافع، اور ہدایت توفیق یعنی عمل صالح ، دونوں اقسام کی ہدایت مانگتا ہے تاکہ اسے حق کی پہچان بھی ہو اور عمل کی توفیق بھی ملے۔

ہدایت یافتہ شخص جب بھی اللہ سے ہدایت طلب کرتاہے تو وہ مزید ہدایت اور استقامت کی دعا کرتا ہے، جیسا کہ اللہ فرماتا ہے: "وَٱلَّذِينَ ٱهْتَدَوْا۟ زَادَهُمْ هُدًى" [محمد: 17]"اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں، اللہ ان کی ہدایت میں اضافہ کرتا ہے"۔

اس لیےہدایت یافتہ لوگوں کا ایک درجہ اور مرتبہ نہیں ہے ، مثال کے طورپر انبیاء اور عام مسلمانوں کے درمیان مراتب اور درجات میں فرق ہے، اسی لیے اللہ تعالی نے ہم پر واجب کردیاہے کہ ہم نماز کی ہر رکعت میں ہدایت کی دعا کریں۔

صراط مستقیم دنیا میں:

دنیا میں صراط مستقیم کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں:

1 - بعض کے نزدیک صراط مستقیم سے مراد قرآن ہے۔
2 - بعض کے نزدیک صراط مستقیم اسلام ہے۔
3 - بعض کے نزدیک صراط مستقیم سنت نبوی ہے۔
4 - بعض کے نزدیک صراط مستقیم پیغمبر ﷺ کی پیروی ہے۔

امام طبری، ابن کثیر، اور شیخ الاسلام رحمہم اللہ جیسےاور مفسرین کے نزدیک یہ تمام تفاسیر ایک ہی حقیقت کی وضاحت کرتی ہیں۔ کیونکہ جو شخص قرآن پر عمل کرتا ہے، وہ اسلام پر بھی عمل کرتا ہے، سنت نبوی کا بھی پابند ہوتا ہے، اور نبی کریم ﷺ کی پیروی بھی کرتا ہے۔

اس لیے بندہ "إِهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ "پڑھتے وقت اپنے رب سے دعا کرتا ہے کہ وہ اسے دنیا میں ہدایت یافتہ بنائے ،اور اسلام، قرآن، اور سنت نبوی کی ہدایت پر قائم رکھے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

یہ دعا نہ صرف عام لوگوں کے لیے بلکہ انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی ضروری ہے۔ پس جو بندہ اس آیت کی تلاوت کرے اس کو یہ کہنے کا کوئی حق نہیں کہ: میں تو ہدایت یافتہ ہوں ، تو میں کیوں ہدایت طلب کروں؟ اس کو جواب دیاجائے گا : تیری سب سے بڑی ضرورت اپنے رب سے مانگناہے کہ وہ مسائل سے بھرے اس ماحول میں صحیح راستے کی طرف تیری رہنمائی کرے ، اورتجھے سکھائے اور سمجھائے، پھر تجھےدنیا میں اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب کرے ، اور آخرت میں اس کا بدلہ صراط سے گزرنے کی اجازت کے طورپر دے، پس ہمیں ہرمسئلہ میں صراط کی رہنمائی کی ضرورت ہے، اس نکتہ سے یہ مسئلہ واضح ہوجاتاہے کہ پختہ ایمان والوں کے علاوہ کوئی پل صراط کو عبور نہیں کرسکتا، اور لوگوں کا جتنا مضبوط یقین اور دنیا میں صراط کے بارے میں جتنا جتنا علم ہے اتنی ہی ان کی رفتار تیزہوگی، لہذا دنیا میں صراط مستقیم پر عمل اورعلم کی مقدار اور اس میں استقامت اور اس پر عمل پیراہونا آخرت میں ہر ایک کی حالت کا تعین کرے گا۔ (منقول از:تفسیرکوثر، تفسیر سورہ فاتحہ قریب اللہ مطیع)

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ(۷)	ان لوگوں کے رستے جن پرتو اپنا فضل وکرم کرتارہا، نہ اُن کے جن پر غصے ہوتارہا ، اور نہ گمراہوں کے

تفسیر

یہ آیت مبارکہ ان لوگوں کے راستے کو سیدھا راستہ قرار دیتی ہے جو اللہ کے انعام یافتہ ہیں، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، اللہ تعالیٰ سے اس راستے کی طلب اور ان عظیم ہستیوں کے راستے پر چلنے کی خواہش ہمیں گمراہی اور انحراف سے بچاتی ہے۔

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ: اے اللہ! ہمیں اُن لوگوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما جن پر تیرا فضل اور انعام ہوا، یہ راستہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ہے، جو بہترین اور معزز ترین ہستیاں ہیں۔

یادر ہے کہ: رب تعالی کی طرف سے جو کچھ انسان کو پہنچتاہے وہ نعمت ہے ، قہر اور غضب کو ہم خود دعوت دیتے ہیں۔

آیت مبارکہ میں اللہ نے نعمت کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے، جیسا کہ فرمایا: "أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" (جن پر تو نے انعام کیا)، جبکہ غضب و گمراہی کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا، یہ نہیں کہاکہ: (غضبت علیهم)یا(اظللتهم)، تاکہ بندوں کو ادب اور احترام کا سبق ملے اور ادب کا لحاظ کرتے ہوئے شر کو اللہ کی طرف منسوب نہ کریں، حالانکہ ہر چیز اللہ ہی کے اختیار میں ہے،(تمام خیر تیرے ہاتھ میں اور شرکی نسبت تیری طرف نہیں کی جائےگی)۔

"غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ":(نہ اُن کے راستے پر جن پر تیرا غضب ہوا)۔

وہ لوگ جنہوں نے حق کو پہچانا لیکن اس پر عمل نہ کیا، یعنی اے اللہ ! ہمیں اپنے ان دشمنوں میں سے مت بنا جوتیرے بتائے ہوئے سیدھے راستے سے منحرف ہوئے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

وہ لوگ جنہوں نے حق کو پہچاننے کے باوجود غلط راستے کا انتخاب کیا اور تیرے عذاب کے مستحق ہوئے۔

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہےکہ، یہاں مغضوب علیھم میں یہود کی طرف اشارہ ہے، وہ لوگ جنہوں نے حق کو جاننے کے باوجود اس کا انکار کیا اور الله کے غضب کے مستحق ہوئے، ا کثرعلماء کی بھی یہی رائے ہے۔

«وَلَا الضَّالِّيْنَ»:

"ضالین" سرگرداں، کھوئے ہوئے، وہ جو کہ سیدھاراستہ کھوچکے ہیں (فرقان).

یعنی (اور نہ گمراہوں کے راستے)نبی کریم ﷺکے فرمان اور جمہور علماء کی رائے کے مطابق یہاں ضالین سے نصاریٰ مرادہیں، یہود کو علم کے باوجود انکارکرنے پرغضب کا مستحق قرار دیا گیا، جبکہ نصاریٰ کو جہالت کے باعث گمراہی کا شکار قراردیاگیا،جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام میں غلو کیا اور راہِ حق سے دور ہو گئے۔

"آمین" (اگرچہ یہ لفظ قرآن میں نہیں ہے ؛ مگرہرنماز میں سورہ فاتحہ کے بعدآپؐ سے آمین کہنا ثابت ہے؛ چنانچہ ہم نے اس کی وضاحت اور تشریح کرنا مناسب سمجھا.

«آمین» الف مد یا «امین» بروزن فعیل یہ اسم فعل اور ایک دعائیہ لفظ ہے جس کا مطلب ہے «اے الله! ہماری دعا قبول فرما» بعض اہل لغت کے نزدیک اس طرح ترجمہ ہوگا «ایسا ہونا چاہیے» جب عربی زبان میں «آمین» کہے تواس کا مصدر «تأمین»ہے ، امن یأمن تأمینا،تشدید کے ساتھ پڑھا جائے،«آمین» یعنی اے الله! ہمارے دعا قبول فرما ، اور ہمیں سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھ.

1 - جلیل القدرمفسرابن عباس رضی الله عنہ «آمین» کے معنی میں فرماتے ہیں: "كذلك فليكن "ترجمہ: ایساہی ہو۔

2 - مقاتل فرماتے ہیں "آمین":"آمین قوّة للدعاء و استنزال للرّحمة "آمین دعا کو تقویت دینے اور الله کی رحمت کے نزول کی درخواست ہے۔

3 - مجاہد فرماتے ہیں: "آمین اسم من أسماء الله تعالی معناه یا امین" ترجمہ: "آمین" الله کے اسماء میں سے ایک اسم ہے جس کا مطلب ہے "اے امین !" حرف ندا کو مدّ بنایا اور مخفف۔

4 - زجاج کہتے ہیں:" آمین معناه اللّهمّ استجب"، "آمین" کا مطلب ہے "اے الله! ہماری دعا قبول فرما۔ "

اسی طرح حدیث میں ہے :"انّ لله ملكا فی الهواء یقول آمین آمین، فمن وافق تأمینه تامین الملائكة غفر له" الله تعالی کا ایک فرشتہ ہوا میں "آمین آمین" کہتا ہے، اگر کسی کی "آمین" فرشتے کی آمین سے ہم آہنگ ہو جائے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔(تفسیر سورآبادی ابوبکرعتیق نیشاپوری ۵ هـــ)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے صحیح بخاری شریف میں روایت ہے کہ: "الآمین دعا" آمین ایک دعا ہے۔ (بخاری جلد 1، صفحہ 107)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ما حسدتکم الیهود علی شیء ما حسدتکم علی السلام والتأمین"، "یہودتم سے کسی بات پر اتنا حسد نہیں کرتے جتنا سلام اور آمین پر کرتے ہیں"۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں سورہ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہوتا تو جبریل علیہ السلام مجھے آمین کہنے کی تلقین فرماتے ، اور فرمایا کہ: یہ قرآن کی قراءت کے بعد ایک مہر کی طرح ہے۔ آمین چونکہ قرآن کا حصہ نہیں، اس لیے اس میں نہیں لکھا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ : "آمین" ایک دعاہے ، قرآن کریم کی آیت اور لفظ نہیں ہے، البتہ سورہ فاتحہ قراءت کے بعد آمین کہنا سنت ہے، حدیث شریف اس کی دلیل ہے: "جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کے آمین سے موافق ہو جائے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں"۔

1 - امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ :بلند آواز میں آمین کہنے سے آہستہ کہنا بہتر ہے۔

2 - امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے پیروکار کہتے ہیں کہ : آمین کو نمازِ جہری میں بلند آواز سے اور نمازِ سری میں آہستہ کہنا چاہیے، اور مقتدی کو امام کے ساتھ آمین کہنی چاہیے۔

نماز میں سورہ فاتحہ کی قراءتکے بارے میں علماء کی دو رائے ہیں: امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ نماز میں قرآن کی قراءت تین چھوٹی آیت یا ایک طویل آیت کی مقدار فرض ہے، چاہے وہ سورہ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورت۔ اس بناپر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، فرض نہیں۔

دوسری رائے جمہور علماء (مالکی، شافعی، حنبلی) کی ہے کہ سورہ فاتحہ کی قراءت نماز میں فرض ہے۔

آمین کی فضیلت

آمین گناہوں کی معافی اور اللہ کی رحمت کے نزول کا سبب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سےموافق ہو جائے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں"۔(اللؤلؤ والمرجان1/ 83)۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ جب امام «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ» کہے تو تم آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کے آمین کے ساتھ موافق ہو جائے، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم کتاب صلاة)

سورہ فاتحہ کی فضیلت

سورہ فاتحہ اپنی جامعیت اور اختصار کے باوجود باقی تمام سورتوں سے ممتاز ہے۔ اس

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں توحید کی تینوں اقسام موجود ہیں:

الف: توحید ربوبیت:«رَبِّ الْعَالَمِينَ».

ب: توحید الوہیت: لفظ (اللہ) جو کہ اس کے لیے خاص ہے، اور آیت «إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ»(توحید عبادت و توحید استعانت) خدا تعالی عبادت میں اور مدد مانگنے ، دعاؤں اور پکار کا جواب دینے میں اکیلا اور بے نیاز ہے۔

ج: توحید اسماء و صفات: اللہ کی تمام صفاتِ کمال اس کی ذات کے لیے خاص ہیں، اور یہ سورہ فاتحہ نبوت کی تصدیق بھی کرتی ہے:«اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ» . یقینا صحیح راستہ تلاش کرنا اور سیدھی راہ پر چلنا بغیر رسالت اور پیغمبرکے ناممکن ہے۔

اس بابرکت سورت کے اختتام پر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ وہ سورت ہے جو ہر نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے، اور اس کے بغیر کوئی نماز صحیح نہیں، یہ مختصر ہونے کے باوجود اسلامی تعلیمات کے بنیادی اصول اور عقائد کو جامع انداز میں بیان کرتی ہے۔

وصلّى الله وسلّم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

تفسیر احمد سورہ فاتحہ کا اردو ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا

2024 -11 -30 م – شہر کراچی، پاکستان

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library